الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے ۔

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے .

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ کو دس پندرہ دن کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ، مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ
(القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٥ — کلکته : جمعه ١٥ ـ محرم ١٣٤٦ هجری — جلد ١

Calcutta : Friday, 15, July 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

ضروری هی که هم اسکا اب فیصله کرلین

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی ـ

طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ـ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ـ

هندی اور هندوستان کی تمام زبانون نی ، نیز عربی ، فارسی ، ترکی ، تینون سامی زبانون نی حروف کی چھپائی اختیار کر لی هی اور انکی طباعة یورپ کی طباعة کا مقابله کر رهی هی ـ کیون اردو زبان بھی ایسا نه کری جو اسی رسم الخط مین لکھی جاتی هی ؟

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ـ

اور عربی کا بہترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین ـ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ـ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ـ

هماری رای مین بہترین حروف یهی هین ـ اگر فارسی اور ترکی کیلیي یه نا موزون نہین تو اردو کیلیي کیون نا موزون هون ؟

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیي ـ یاد رکھیي ـ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیي سب سی زیاده اهم مسئله هی ـ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ـ

الهلال

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتی ھین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W.

ھے

معرب و مشرق کے قدیم آثار' پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں' پرانی تصویریں' پرانے سکے اور نقوش' پرانے زیور' آرائش و تزئین کا ھر قسم کا سامان' اور ھر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر' اگر آپ کو مطلوب ھیں' تو ھم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم ھماری نمایش گاھوں اور ذخائر کی فہرستیں ھی منگوا لیجیے - اھل علم اور اھل دولت' دونوں کیلیے ھمارا ذخیرہ قیمتی ھے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ھے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر' شام' فلسطین' هندوستان' ایران' ترکستان' چین' وغیرہ ممالک میں ھمارے ایجنٹ ھمیشہ گردش کرتے رھتے ھیں -

با این همه

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ھیں !

براعظم یورپ ' امریکہ ' اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل' کتب خانے' اور عجائب خانے' ھم سے نوادر حاصل کرتے رھتے ھیں - قاھرہ کے نئے ایوان شاھی کے نوادر ابھی حال میں ھم ھی نے فراھم کیے ھیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود ھوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بھی پہلے ھم ھی سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن ھے کہ ھمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

ایک صدی قبل ایک مغربی خاتون کی مشرقیۃ

ایک مرد نما انگریز خاتون جو شام مین متوطن ہوگئی تہی -

لیڈي اسٹن ھوپ

حال میں ایک فرانسیسي اهل قلم موسیو بلوشر نے ایک نئے قسم کے تاریخي موضوع پر کتاب لکھي ھے : " اٹھارھویں صدي میں مغرب و مشرق کا اتصال " اسمیں اُن تمام یورپین اشخاص کے حالات جمع کیے ھیں جنھوں نے اٹھارھویں صدي میں " مشرقیۃ " اختیار کرلي تھي - " مشرقیۃ " سے مصنف کا مقصود یہ ھے کہ مشرقي ممالک کي رسوم ' معاشرت ' وضع و قطع ' اور ذوق و فکر کا اس طرح اختیار کرلینا ' گویا مغربیۃ ترک کر کے بسرتا سر مشرقیۃ اپنے اوپر طاري کرلي ھے !

مصنف کو اس موضوع میں اُس سے کہیں زیادہ کامیابي ھوئي ھے ' جتني کامیابي کي بظاهر توقع کي جاسکتي ھے - ایک بہت بڑي تعداد یورپ کي تمام اقوام کي نظر آتي ھے جسنے ترکي ' مصر ' شام ' عراق ' هندوستان ' اور چین میں توطن اختیار کرلیا تھا ' یا بہت زیادہ مدت تک کیلیے مقیم ھوگئي تھي ' اور اپنا مغربي جامہ اُتار کر سرتاسر مشرقي جامہ پہن لیا تھا - سترھویں اور اٹھارھویں صدي کے هندوستان کے هندوستاني انگریزوں ' هندوستاني فرانسیسیوں ' اور هندوستاني ڈچوں کے حالات سے تو هم بے خبر نہیں ھیں ' لیکن دوسرے مشرقي ممالک کے ان مشرقي مغربیوں کے حالات یقیناً همارے لیے نئي دلچسپي کا باعث ھونگے -

اب زمانے کي رفتار اُلٹ چکي ھے - اب مغربیوں کي مشرقیۃ کا نہیں بلکہ مشرق کي " مغربیۃ " کا دور دورہ ھے - یقیناً ایک ایسے عہد میں یہ حالات همارے لیے عبرت انگیز دلچسپي سے خالي نہونگے -

آج هم اس کتاب سے ایک انگریز خاتون کے حالات مع تصاویر کے نقل کرتے ھیں - یہ خاتون مشہور انگریز مدبر سر ولیم پٹ کے خاندان سے تعلق رکھتي تھي - اِسے شام و لبنان کي مشرقیۃ نے کچھہ اس طرح لبھا لیا تھا کہ اپنا وطن ' اپني قوم ' اور مغربي دنیا کے تمام علائق ترک کرکے ھمیشہ کیلیے لبنان میں مقیم ھوگئي اور بالآخر وھیں پیوند خاک ھوگئي :

(لیڈي اسٹن ھوپ)

سنہ ۱۷۷۶ - میں ایک انگریز لڑکي پیدا ھوئي - باپ کي طرف سے اُسکا رشتہ لارڈ اسٹن ھوپ سے ' اور ماں کي طرف سے لارڈ چٹھم سے ملتا تھا -

لارڈ اسٹن ھوپ " باغي لارڈ " کے لقب سے مشہور تھا - کیونکہ وہ انقلاب فرانس کا بہت بڑا مداح اور جمہوریت کا حد غلو تک حامي تھا -

لارڈ چٹھم ' مشہور برطانوي وزیر اعظم ولیم پٹ کا باپ تھا - نپولین اعظم کے نام کے ساتھہ پٹ کا نام بھي ھمیشہ زندہ رھے گا - دونوں کي دشمني ' دشمني کي حد سے بھي تجاوز کرگئي تھي - ولیم پٹ نے جب جان دي ' تو اسکے آخري الفاظ یہ تھے : " جنگ ' جنگ " یعنے فرانس سے جنگ !

یہ لڑکي بچپن ھي سے عجیب الاطوار تھي - انتہا پسندي اُسے اپنے دادھیال سے ورثہ میں ملي تھي - مستقل مزاجي اور خیال کي آزادي ننھیال سے پائي تھي -

جب وہ چار برس کی تھي ' اُسکي ماں مرگئي - باپ نے نئي شادي کرلي - لڑکي اپنے باپ کي بیوي سے نباہ نہ کرسکي اور اپني نانی کے گھر چلي گئي - ناني کي موت کے بعد اپنے ماموں ولیم پٹ کے هاں اُٹھہ آئي - یہاں اُسے انگلستان کے مشہور ترین آدمیوں اور یورپ کے بڑے بڑے مدبروں کے دیکھنے کا موقعہ ملا ' اور یورپین سیاست کے بہت سے راز اُس پر کھل گئے -

سنہ ۱۸۰۶ - میں ولیم پٹ کا بھي انتقال ھو گیا - مگر مرنے سے پہلے بھانجي کے نام پندرہ سو پونڈ سالانہ وظیفہ مقرر کر گیا - اب اُسنے متوفي ماموں کا گھر بھي چھوڑ دیا اور دیہات میں اُٹھہ گئي - کئي سال دیہاتي زندگي میں بسر کردیے -

اپنے ماموں کے گھر اور دیہات میں انگلستان کے بہت سے معزز نوجوانوں سے اُسکي دوستي ھوگئي تھي - بعض کي محبت نے اُسکے دل کا التفات حاصل بھي کیا ' مگر نا معلوم اسباب کي بنا پر وہ شادي نہ کر سکي ' یا شادي کرني نہ چاھي -

یہ بات نہ تھي کہ وہ بد صورت ھو اور مرد اُس سے نفرت کرتے ھوں - اُسکا شمار حسینوں میں تھا - سرو قامت اور چھریرا بدن رکھتي تھي - لیکن اُسکے خط و خال زنانہ ھونے کي جگہہ زیادہ تر مردانہ تھے - اس لیے نسواني کشش اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے تھے -

(مشرق کی سیاحت)

سنہ ۱۸۱۰ - میں اُسکا بھائي بھي مر گیا اِس سے وہ بڑي محبت کرتي تھی اور اپني زندگي اُسکي خدمت کیلیے وقف کردي تھي - یہ حادثہ اسکے لیے ناقابل برداشت تھا - چنانچہ غم غلط کرنے کیلیے سمندر کے سفر کا قصد کیا - پہلے صرف جبل طارق تک جانے کا

اراده تها - ليکن جب رهانتک پهنچ گئي تو آگے بڑهنے کا شوق دامنگير هوا - يهانتک که مشرق کے تمام مشهور مقامات يونان' ترکي' مالٹا' مصر' وغيره کي اُس نے سير و سياحت کرلي - اُس وقت يه تمام ممالک عثماني سلطنت کے زير نگيں تهے ·

(مشرقية کي ابتدا)

ايک مرتبه اس سياحت کے اثنا ميں ايسا اتفاق هوا که اُسکي کشتي سمندر ميں ٹوٹ گئي - قريب تها که سب ڈوب جاتے - ليکن عين وقت پر بچا ليے گئے - چونکه اس حادثه ميں اس خاتون کے کپڑے ضائع هو گئے تهے ' اسليے ايک ترک افسر نے اپني جنگي وردي اتار کر ديدي اور اُسنے شکريه کے ساتهه قبول کرلي - يه پهلا موقعه تها که اپنا مغربي اور جنسي لباس ترک کرکے اسنے مشرقي اور مردانه کپڑے پهنے ' ليکن يه وضع کچهه ايسي دل کو بها گئي که مدة العمر کے ليے مردانه مشرقي وضع اختيار کرلي !

لڑکي ايک ترک افسر کي وردي پهنے اسکندريه ميں داخل هوئي اپني سهيلي کو بهي مردانه لباس اختيار کرنے پر مجبور کيا - چند روز آرام کرکے فلسطين روانه هوئي - يهاں ترکي وردي اُتار کر مصري مماليک کا پر شوکت لباس اختيار کرليا - سر پر عمامه ' جسم پر قفطان اور جبه ' سنهري تلوار کمر ميں ' اس انگريز خاتون کي جو سر وليم پٹ وزير اعظم برطانيه کي بهانجي تهي ' دلپسند وضع تهي !

ملکه زينوبيا (زباء) کي اِس ويران راجدهاني کے کهنڈروں ميں (کيونکه وه فلسطين هي ميں تهي) اُسے غير معمولي کيفيت محسوس هوئي - يهاں اس مرد نما خاتون کو صحرا نشينوں نے ملکهٔ صحراء کا تاج پهنايا !

(مشرقية کا فيصله)

معلوم هوتا هے ' اسي زمانه ميں اسکے اندر مشرقي توطن اور مشرقي زندگي کا خيال پيدا هوگيا تها ' اور اُسنے اپني بقيه زندگي کيليے ايک آخري فيصله کر ليا تها - وه حماة اور انطاکيه هوتي هوئي دير الياس نامي مقام پر پهنچي ' اور يهاں آبادي سے باهر پهاڑ پر اپنے ليے ايک قلعه طيار کرايا - يهي قلعه اُسکا گهر اور يهي پهاڑ اُسکا وطن هوگيا - يورپ اور يورپ والوں کو بالکل بهول گئي - عربي حقه منهه سے لگا کر دهواں اڑاتي - گهوڑے پالتي - غلام خريدتي - اور ايک مشرق نژاد امير کي سي زندگي بسر کرتي - اس کے پاس چاليس غلام تهے - خود اسي نے انهيں جنگي قواعد بهي سکهائي تهي -

آهسته آهسته اس نے بڑي قوت اور اهميت حاصل کرلي - اب اُسکي حيثيت ايک طاقتور شيخ قبيله کي هوگئي تهي - بستي کے تمام قبائل اس کے مطيع هوگئے تهے - يه پوري فياضي کے ساتهه اُنهيں روپيه ديتي ' اور اُنهي کي زبان ميں اُن سے باتيں کرتي - اُنکے تمام جهگڑے قضيے اِسي کے سامنے آتے - يه تمام مقدمات کا ايک حکمران کي طرح فيصله کرتي اور مجرموں کو سزائيں ديتي - قرب و جوار کے سرکش لوگوں سے مقابله بهي جاري رهتا - اسکي دهاک تمام علاقه ميں بيٹهه گئي تهي - لوگ اسکے رعب سے کانپتے تهے - اُسکے پاس ايک جلاد بهي نوکر تها جو عادي مجرموں کو قتل کرتا تها - قيد خانه بنايا تها - مجرموں کو اسميں قيد کرتي تهي -

۲۵ - برس يهاں رهي ' اور اِسطرح رهي ' که اس علاقه کي ايک طاقتور امير سمجهي جاتي تهي - بسا اوقات دول يورپ بهي مجبور هوئيں که اُسکي خوشامديں کريں - انگريز هونے پر بهي وه انگريزوں اور انگريزي حکومت سے سخت نفرت کرتي تهي - اِس جوار ميں جب کبهي انگريز ريشه دواني کرتے ' يه فوراً اسکا توڑ کرديتي - اُسوقت انگلستان کي خارجي نظارت يقين کرتي تهي که يه عجيب و غريب انگريز عورت مشرق ميں اُسکي ايک خطرناک دشمن هے !

اُسکي همت ' شجاعت ' قوت : کا اندازه اس سے هوسکتا هے که لبنان کے مشهور دروزي سردار " امير شهاب " جيسے جبار سے بهي اسنے مقابله کيا تها !

اِس سے بهي بڑهکر يه که محمد علي خديو اول کے بيٹے ابراهيم پاشا نے جب شام پر حمله کيا ' تو اس سے درخواست کي که يه غير جانب دار رهے - يه ابراهيم پاشا وهي تها جس نے ايک طرف حجاز ميں نجديوں کا تخت الٹ ديا تها ' دوسري طرف سلطنت عثمانيه کو اپنے جبروت کے آگے جهکنے پر مجبور کرديا تها !

اُسے گهوڑوں کا بڑا شوق تها - اصيل سے اصيل عربي گهوڑے اُسکے اصطبل ميں بندهے رهتے تهے - بليوں سے بهي بهت محبت تهي - اُسکا قلعه بليوں سے بهرا رهتا تها - وه جادو ' نجوم ' اور تناسخ کي بهي قائل تهي -

(لامارٹين سے ملاقات)

سنه ۱۸۳۲ - ميں مشهور فرانسيسي شاعر و مصنف لامارٹين (۱) اس سے ملا تها جب اُس نے مشرق قريب کا سفر کيا تها - اُسوقت وه بڑهي هوچکي تهي - شاعر نے اسکي بابت اپنا تأثر جن لفظوں ميں ظاهر کيا هے وه حسب ذيل هيں :

ليڈي اسٹن هوپ
مشرق کے سفر اور مشرقية سے پهلے

(۱) لامارٹين انيسويں صدي کا مشهور فرانسيسي شاعر اور مصنف هے جس کي نسبت تسليم کيا گيا هے که شعر موسيقي (ليريک) کے جديد مذهب (اسکول) کا باني وهي هے - مشرق اور مشرقي شاعري سے بهي اسے غير معمولي دلچسپي تهي - خيال کيا جاتا هے ' اسکے کلام کا وه حصه جس ميں خدا کي حمد و ثنا ايک نئے اسلوب ميں کي گئي هے اور اسکي صفات و تجليات کے مظاهر کا استغراق نماياں هوتا هے ' در اصل اسلامي الاهييات و تصوف کے مطالعه کا پرتو هے - سنه ۱۸۳۰ - ميں اُس نے اسلامي ممالک کا سفر کيا - اُسوقت سلطان عبد المجيد خاں مرحوم تخت عثماني پر متمکن تهے - اُنهوں نے جب اس سياح کے حالات سنے تو ملاقات کيليے بلايا ' اور اسمرنا اور لبنان ميں ايک بهت بڑا قطعهٔ زمين بطور جاگير کے بخشديا - اُس کے بعد سے لامارٹين کچهه عرصه اسمرنا ميں رهتا - کچهه عرصه لبنان ميں - اسي زمانه ميں اس نے اپنا مشهور سفر نامهٔ مشرق مرتب کيا اور دولة عثمانيه کي تاريخ آٹهه جلدوں ميں لکهي - مندرجهٔ متن رائے اُسکے سفر نامه سے ماخوذ هوگي ' اگرچه مصنف نے حواله نهيں ديا هے - (الهلال)

" اُس کي شخصيت ' ذاتي عظمت اور اُسکے اطوار سے مرکب ہے - اِس مرکب کي تحليل کرنے کي ناکام کوشش کي جگه همیں اُسکا نام جنون رکھدينا چاهيے "

يه شاعر کي رائے ہے - ليکن خود خاتون نے شاعر کو کس نظر سے ديکھا ؟ وہ اپني ياد داشت ميں لکھتي ہے :

" يه شخص تصنع کا عادي ہے - زنانه اطوار رکھتا ہے - هميشه اپنے پيروں کي سبکي اور نزاکت دکھانے کي کوشش کرتا ہے - مذهب کے بارے ميں جب اس سے سوال کيا جاتا ہے تو صاف جواب دينے سے ڈرتا ہے "

وہ اپنے ملاقاتيوں کے ساتھه ايوان ميں مردوں کي طرح بيٹھا کرتي تھي - گفتگو کا انداز يه تھا گويا مقرر تقرير کر رها ہے - رات رات بھر باتيں کرتي رهتي - يهانتک که ملاقاتي بے اختيار هوکر سو جاتے تھے !

(بڑھاپا اور خاتمه)

اسکي زندگي کے آخري دن بڑي هي تکليف ميں کٹے - بڑھاپے کے زمانه ميں سود خوار يهوديوں کا افسون اُس پر چل گيا تھا - قرض کي عادت پڑگئي تھي - اسراف کي کوئي حد نه رهی تھی - نتيجه يه نکلا که ديواليه هوگئي - صرف چار غلام باقي رہ گئے - باقي تمام خدم و حشم رخصت کرنا پڑے اور تمام جائداد هاتھه سے نکل گئي - حتی که وليم پٹ کا وظيفه بھي قرضه کي نذر هوگيا - سنه ۱۸۳۸ ميں اِس خود دار خاتون نے ملکه وکٹوريا اور وزير اعظم انگلستان کو اپني حالت زار سے آگاہ کيا اور اعانت کيليے بڑي بڑي منتيں کيں مگر کوئي شنوائي نه هوئي -

نتيجه يه نکلا که صحراء کي ملکه فاقے کرنے لگي - عمر کي زيادتي ' بڑھاپے کي کمزوري ' پراني عظمت کي ياد ' موجودہ بے سروساماني ؛ غرضکه سيکڑوں مصيبتيں بيک وقت ٹوٹ پڑي تھيں - بالاخر بيمار هوئي اور سنه ۱۸۳۹ - ميں اپنے پيچھے ايک عجيب تاريخ چھوڑ کر فوت هوگئي - بيروت کے انگريز قونصل نے سنا تو فوراً پهنچا ' اور تجهيز و تکفين کے رسوم انجام ديکر محل کے باغ ميں نعش دفن کردي -

مدت کي غفلت کے بعد سنه ۱۹۱۱ - ميں انگلستان کو يه خاتون ياد آئي اور اُس کي قبر پخته بنوادي گئي - مصنف کا بيان ہے که سنه ۱۹۱۳ - ميں اُس نے قلعه کے کھنڈر اور اسکي نئي بني هوئي قبر دير الياس ميں ديکھي تھي -

افسانه

محبت اور قربانی
يا
سزا اور انتقام ؟

ويکٹر هيوگو کا " بشپ " اور تاريخ اسلام کا " بغدادي "

درس وفا اگر بود زمزمۂ محبتی
جمعه به مکتب آورد طفل گريز پای را

(۱)

انگريزي تعليم يافته اشخاص ميں بهت کم لوگ هونگے جنهوں نے فرانس کے مشهور انشا پرداز ويکٹر هيگو Victor Hugo کي مصنفات کے انگريزي ترجمے نه پڑھے هوں - نثر ميں اُس کي بهترين کتاب لا ميزربل Les Miserables تسليم کي گئي ہے - اس قصه ميں اُس نے دکھايا ہے که انساني زندگي کي تمام شقاوتيں اور مصيبتيں صرف اس ليے موجود هيں که سوسائٹي کا نظام اور اخلاق غلط ہے - اس کے پاس رحم ' محبت ' عفو ' اور اصلاح کے ليے تو کوئي جذبه نهيں ' ليکن وہ قانون اور سزا پر پورا اعتقاد رکھتي ہے - نتيجه يه ہے که انسان کو جرم اور مصيبت سے بچانے کے ليے وہ کچھه نهيں کرسکتي - ليکن جرم پر سزا دينے اور مصيبت پر نفرت کرنے کے ليے هر وقت طيار رهتي ہے !

ليڈي اسٹن هوپ لا مارٹين کے همراہ اپنے قلعه ميں
ليڈي کے سر پر پگڑي ہے اور لا مارٹين برهنه سر ہے -

ايک شخص جو اپني يا اپنے عزيزوں کي بھوک سے عاجز آکر چوري کرتا ہے ' يا نيکي اور خدا پرستي کي تعليم نه ملنے کي وجه سے مجرم هو جاتا ہے ' اُسے کتني هي سزائيں دي جائيں ' وہ جرم کرتا هي رهيگا - کيونکه سزا نے نه تو اس کي بھوک کا علاج کيا ' نه اس کي روح کي تاريکي کے ليے نيکي کي روشني بهم پهنچائي - اس کا علاج رحم اور محبت ہے - مگر يهي چيز سوسائٹي کے پاس نهيں ہے !

وہ کهتا ہے ' جرم اور گناہ روح کا زخم ہے - يه محبت کے مرهم هي سے اچھا هوسکتا ہے - ليکن دنيا کے پاس مرهم نهيں ہے - صرف سزا کا تازيانه ہے !

اس قصه ميں ايک نهايت هي موثر سيرة (کيريکٹر) ايک قصبه کے بشپ (بڑے پادري) کي هے ' اور اسي سے قصه شروع هوتا هے - يه بشپ رحم اور محبت کا پيکر تها - انسان کي شقاوت اور مصيبت کے ليے اُس کے دل ميں نفرت کي جگه رحمت تهي - وه اِس حقيقت سے بے خبر نه تها که انساني روح نفرت و بغض سے نهيں بلکه محبت اور فياضي سے شکار کي جاسکتي هے - وه اپني تمام بيش قرار تنخواه بے نواؤں کي اعانت اور بيماروں کي تيمارداري ميں خرچ کرڈالتا اور کهتا "يه ميرے گهر کا خرچ هے" - وه اپنا تمام وقت ابناء جنس کي خبر گيري و خدمت ميں صرف کرديتا اور کهتا "يه ميرے اوقات کي تقسيم هے" - جب کبهي کوئي بيمار پڑتا' يه اس کے سرهانے پهنچ جاتا - جب کبهي کوئي مصيبت ميں مبتلا هوتا' يه اُس کے دروازه پر دستک ديتا - جب کبهي کوئي مجرم گرفتار هوتا' يه اُسے توبهٔ و انابت کي تسکين دينے ميں مشغول نظر آتا!

اُس کا دروازه هميشه کهلا رهتا - هر آنے والے کے ليے وه ايک هي آواز رکهتا تها " اندر چلے آؤ " اُس کي راتيں خدا کے تصور ميں بسر هوتي تهيں اور دن اس کے بندوں کي محبت ميں!

***

اُسي زمانه ميں ايسا اتفاق هوا که فرانس کا ايک مشهور مجرم اٹهاره برس کي سزا جهيل کر تولون کے قيد خانه سے رها هوا اور اُسي قصبه سے گزرا - جاڑے کا موسم تها - ايک پهر رات گزر چکي تهي - بهوک اور تهکن سے چور چور هو رها تها - سارے قصبه کا بار بار چکر لگايا که رات بهر کے ليے کهيں پناه مل جائے مگر ميسر نه آئي - وه ايک رها شده قيدي تها - کون تها جو ايسي قابل نفرت مخلوق کو اپني چهت کے نيچے ديکهنا گوارا کرتا؟ مجبوراً اس نے ايک احاطه کي شکسته کوٹهري ميں پناه لي ' ليکن وه کتے کا گهر تها - کتے نے بهي گوارا نه کيا که اُس کے ساتهه شب باش هو! پهر اس نے سونچا' ميرے ليے صرف قيد خانه هي ميں جگه نکل سکتي هے - وه قصبه کے قيد خانه کے دروازه پر پهنچا اور بڑي عاجزي سے درخواست کي که رات بهر کے ليے اسے جگه ديدي جائے - ليکن دروازه کے محافظ نے کها "يه سرائے نهيں هے - قيد خانه هے - اگر يهاں آنا چاهتے هو تو پهلے اپنے کو گرفتار کراؤ"

افسوس بد قسمت انسان! قيد خانه بهي اُسے پناه نهيں دے سکتا جب تک وه جرم نه کرے!

***

آخر اتفاقات اُسے بشپ کے دروازه پر پهنچاتے هيں - حسب معمول آواز آتي هے " اندر چلے آؤ" يه مکان ميں جاتا هے اور اپني داستان مصيبت سناتا هے - بشپ ايک دوست اور بهائي کي طرح اُس کا خير مقدم کرتا هے اور اپنے اور اپنے خاندان کے ساتهه ميز پر بٹها کر کهانا کهلاتا هے - گرم کمره ' گرم غذا ؛ آرام و عافيت سے رات بسر کرنے کا سامان ؛ صورت حال کي يه تبديلي جين والجين کي طبيعت ميں (کيونکه رها شده قيدي کا يهي نام تها) شگفتگي پيدا کرديتي هے - وه بشپ سے بے تکلف هوکر باتيں کرنے لگتا هے - ليکن وه سخت متعجب هوتا هے جب ديکهتا هے که بشپ اُسے گفتگو ميں " جناب " کرکے مخاطب کرتا هے - اُس نے اپني زبان سے لاکهوں مرتبه دوسروں کو " جناب " کها تها ' ليکن خود اپنے ليے يه لفظ کبهي نهيں سنا تها - اُس کي ساري عمر قيد خانے کے سپاهيوں کي گالياں سننے ميں بسر هوئي تهي - وه حيران هوکر کهتا هے "ميں ايک رها شده قيدي هوں - اگر تم ميرے حال سے واقف هوتے تو ايسا نه کهتے" ليکن بشپ کهتا هے "ميں تم سے واقف هوں - کيونکه تم ميرے بهائي هو!"

کهانے کے بعد وه جين کے ليے اپنے کمرے کے ساتهه کا کمره طيار کراديتا هے - چاندي کا شمعدان روشني کے ليے رکهديتا هے ' اور شب بخير کهکر رخصت هوجاتا هے -

جين شکر گزار هوکر سو جاتا هے - عمر بهر ميں يه پهلا موقعه تها که قيد خانه کے سخت اور ٹهنڈے فرش کي جگه ايک نرم اور گرم بستر سے اس کا جسم مس هوا تها!

***

اب ايسا هوتا هے که پچهلے پهر اُس کي آنکهه کهلتي هے - اس کا دماغ جو شام کي مصيبتوں سے تهک کر معطل هوگيا تها ' کئي گهنٹے آرام پا کر اپني اصلي حالت ميں واپس آجاتا هے اور اپنا گرد و پيش سونچنے لگتا هے - اچانک اس کے خيالات ميں جنبش هوتي هے - طمع و حرص کے مجرمانه جذبات بهڑک اٹهتے هيں - جرم کا ذوق خفته بيدار هوجاتا هے - اسے ياد آتا هے که کهانے کي ميز پر چاندي کے قيمتي برتن موجود تهے جو اسي کمرے ميں ايک جگه رکهے هوئے هيں - وه اٹهتا هے - پهلے بشپ کے کمرے ميں جاتا هے - نهيں معلوم جرم و گناه کے کيسے خوفناک ارادے اُس کے اندر کهول رهے تهے؟ ليکن جب بشپ کے ساکن اور نوراني چهرے پر نظر پڑتي هے تو جهجهک کے ره جاتا هے - گهبراهٹ ميں جلد جلد چاندي کے برتن اٹهاتا هے ' اور باغ کي ديوار پهاند کر روانه هوجاتا هے -

***

بشپ صبح اٹهتا هے - وه خيال کرتا هے که اپنے مهمان کے ليے گهر کي گائے کا تازه دودهه مهيا کرے - ليکن اتنے ميں خادمه آتي هے اور خبر ديتي هے که يه "مهمان عزيز" چاندي کے تمام برتن ليکر بهاگ گيا - بشپ سنتا هے ' ليکن اُس کي زبان سے شکايت کا ايک حرف نهيں نکلتا - وه کهتا هے ' لکڑي يا لوهے کے برتن بهي اُسي طرح کام دے سکتے هيں جس طرح چاندي کے برتن ' وه به آساني مهيا کر ليے جائينگے!

اتنے ميں دروازه کهلتا هے اور پوليس کے سپاهي جين والجين کو گردن سے پکڑے نمودار هوتے هيں - اُن سے معلوم هوتا هے که صبح يه قصبه سے نکل کر تيزي سے بهاگا جا رها تها - پوليس کے ايک سپاهي کو شبه هوا اور گرفتار کر ليا - شبه کي تصديق اُس بقچه سے هوئي جو اِس کي بغل ميں تها - اُس سے چاندي کے قيمتي برتن نکلے -

يهي موقعه بشپ کي سيرة (کيريکٹر) کي سب سے زياده موثر تصوير پيش کرتا هے - جونهي بشپ کي نظر جين پر پڑي ' بے تامل آگے بڑها :

" ميرے دوست کيا تم هو؟" بشپ نے کها "ميں تمهيں ديکهه کر بهت خوش هوا - ليکن يه کيا بات هے که تم جاتے هوئے اپنے شمعدان يهيں چهوڑ گئے؟ حالانکه وه بهي تو چاندي کے هيں " اُس نے چاندي کے لفظ پر زور ديا " اور کم سے کم دو سو روپيه ميں فروخت هوجا سکتے هيں؟ "

پوليس افسر ايک دوسرے هي طرح کے معامله کا متوقع تها - يه صورت حال ديکهي تو گهبرا گيا :

" تو کیا وہ بات ٹھیک تھي " پولیس افسر نے متعجب ہوکر کہا " جو اس شخص نے ہم سے بیان کي تھي ؟ جب ہم نے اِس سے دریافت کیا کہ یہ قیمتي سامان تمھیں کیونکر ملا ؟ تو اُس نے کہا کہ......"

بشپ نے اُس کي بات ختم ہونے کا انتظار نہیں کیا - خود ہي یہ کہکر پوري کردي :

" اُس نے کہا کہ یہ چیز مجھے ایک بوڑھے پادري نے دي تھي جس کے یہاں میں نے رات بسر کي تھي ' مگر تم نے اُسکي بات باور نہ کي اور گرفتار کرکے میرے پاس لے آئے - کیوں ؟ یہي بات ہے ؟ اگر یہي بات ہے تو تم نے غلطي کي "

پولیس افسر نے جین کو چھوڑ دیا - جین کي کند اور اکھڑ طبیعت کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ اس لطیف مگر حیرت انگیز طرز عمل کي نزاکت محسوس کرسکتا - صورت حال کي عجیب ' غیر متوقع ' اور انقلابي نوعیت نے اسے مبہوت کردیا - اُس کي آنکھیں کھلي تھیں مگر اُسے کچھہ دکھائي نہیں دیتا تھا - بشپ اُٹھا اور چاندي کے دونوں شمعدان جو اُس کي چوري سے بچ رہے تھے ' اٹھا سامنے کر دیے :

" میرے دوست ! یہ اپني چیز لیلو اور خدا کے امن اور سلامتي کے ساتھہ جاؤ - مگر دیکھو ' جب کبھي تم واپس آؤ ' تو یاد رکھنا - تمھارے لیے بالکل غیر ضروري ہے کہ باغ میں سے گزرنے کي زحمت برداشت کرو - تم اس گھر میں ہمیشہ اُس کے صدر دروازے سے داخل ہوسکتے ہو - رات ہو یا دن - وہ کبھي اندر سے بند نہیں کیا جاتا - صرف بھڑا دیا جاتا ہے "

جین نے بغیر اس کے کہ صورت حال سمجھہ سکا ہو ' ایک ایسے آدمي کي طرح جو اپنے ہوش و حواس میں نہ ہو ' ہاتھہ بڑھا دیا اور شمعدان لے لیے - اب بشپ ایک قدم آگے بڑھتا ہے اور جین کے کان میں کہتا ہے :

" دیکھو یہ نہ بھولنا کہ تم نے مجھہ سے آج کیا وعدہ کیا ہے ؟ تم نے وعدہ کیا ہے کہ اِس سامان کي قیمت سے ایک راست باز آدمي کي زندگي بسر کروگے "

جین نے کوئي وعدہ نہیں کیا تھا - وہ تو مبہوت اور دم بخود کھڑا تھا - بشپ نے اُس کے کہنے کا انتظار نہیں کیا - اُسے جو کہنا چاہیے تھا ' وہ خود ہي اُس کي طرف سے فرض کرلیا - قبل اس کہ منظر ختم ہو ' بشپ کي زبان پھر کھلتي ہے - وہ جین کے کاندھے پر شفقت سے ہاتھہ رکھتا ہے اور کہتا ہے :

" جین والجین ! میرے دوست ! میرے عزیز بھائي ! اب تم زیادہ عرصہ تک برائي کي زندگي میں نہیں رہسکتے - میں نے آج تمھاري روح تم سے خرید لي ہے - میں اُسے تاریکي سے نکال کر خدا کے حوالہ کرتا ہوں ! "

***

میں نے جب کبھي قصہ کا یہ حصہ پڑھا ہے ' تو محسوس کیا ہے کہ کوئي چیز ضرورت سے زیادہ یہاں آگئي ہے - میں خیال کرتا ہوں ' اگر وکٹر ہیوگو یہ منظر وہیں پر ختم کردیتا جہاں بشپ نے شمعدان دیکر کہا تھا " سلامتي کے ساتھہ جاؤ " تو یہ تصویر کہیں زیادہ موثر اور مکمل ہوتي - اس سے زیادہ بشپ کو خود اپني زبان سے کہنے کي ضرورت نہ تھي - اس سیرۃ (کیرکٹر) کي ساري تاثیر اُس کي حالت کي رفعت اور کیفیت میں ہے - صراحت اور وضاحت میں نہیں ہے — بسا اوقات عمل کي تاثیر ایک مقدس خاموشي ہوتي ہے جسے چھونا نہیں چاہیے - زبان کي گویائي اُس میں مخل ہوسکتي ہے مگر اضافہ نہیں کرسکتي !

***

بہر حال جین یہاں سے نکلتا ہے ' اور اب وہ وقت آتا ہے کہ زندگي بھر کي خواب گراں کے بعد اچانک اُس کي آنکھیں کھلتي ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ افکار و احساسات کي ایک بالکل نئي دنیا اُس کے اندر پیدا ہوگئي ہے - یہ اُس کي زندگي میں پہلا موقعہ تھا کہ نفرت ' حقارت ' اور ' سزا کي جگہ رحم ' محبت ' اور عفو و بخشش کي دل نواز صدا اُس کے کانوں میں پڑي تھي - یہ پہلا موقعہ تھا کہ اُسے معلوم ہوا ' اس دنیا میں صرف " قانون " اور " سزا " هي نہیں ہے بلکہ اِن سے بھي ایک بالا تر حقیقت ہے جو " محبت " اور " قرباني " ہے اور جس کي وسعت اور گہرائیوں کي کوئي انتہا نہیں - وہ کتنا هي اس حقیقت کي تاثیر سے بچنا چاہتا لیکن یہ اُس کا روح و دل زخمي کیے بغیر نہیں رہسکتي تھي - وہ قید خانۂ تولون کا منشور مجرم سہي ' مگر پھر بھي انسان تھا - سانپ اور بھیڑیا نہ تھا - سانپ کا پھن اور بھیڑیے کا پنجہ بھي تو محبت اور فیاضي کے سامنے نہیں اُٹھہ سکتا ؟ نا ممکن تھا کہ وہ بشپ کي رحمت و قرباني سے اپني شقاوت و معصیت کا مقابلہ نہ کرتا - اُس کا دل جسے سوسائٹي کي بے مہري ' قانون کي سنگ دلي ' اور زندگي کي محرومیوں نے پتھر کي طرح سخت کردیا تھا ' اب محبت کي دل نوازیوں سے بے اختیار پگھلنے لگا - سچ مچ وہ اُس کي روح اُس کي نہیں رہي تھي - اُسے بشپ کي نگاہ محبت نے خرید لیا تھا - اس خرید و فروخت میں بشپ نے چند برتن کھوے ' لیکن جین نے اپني پوري زندگي جو گم ہوچکي تھي واپس پالي - اگر بشپ جین کو قانون اور سزا کے حوالے کردیتا تو کیا پاتا ؟ چاندي کے چند برتن جو اُس کے گھر سے چرائے گئے تھے - لیکن چاندي کے برتن زیادہ قیمتي ہیں یا خدا کے ایک بھٹکے ہوئے بندے کي خدا کے طرف واپسي ؟ بشپ کا فیصلہ یہ تھا کہ چاندي نہیں بلکہ انسان قیمتي ہے ! اُس نے برتنوں کے ساتھہ شمعدان بھي ملادیے - کیونکہ پھر بھي یہ سودا بہت ارزان تھا !

" میرے دوست ! تم یہ اپنے شمعدان کیوں چھوڑ گئے ؟ یہ بھي چاندي کے ہیں اور دو سو میں فروخت ہوسکتے ہیں "

***

نیکی اور بدی میں کشمکش شروع ہوگئی - مقابلہ سخت تھا مگر جیت نیکی ہی کیلیے تھی - جین نے تاریکی اور گناہ کا دشت بے کنار پیچھے چھوڑا ' اور ایک ہی جست میں نیکی اور خدا پرستی کی بلندیوں پر پہنچ گیا :

بال بکشا و صفیر از شجر طوبیٰ زن
حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسی !

نیکی کی دنیا بدی کی دنیا سے کس قدر دور معلوم ہوتی ہے اور پھر دیکھو تو کتنی نزدیک ہے ؟ جب تک تم نے اُسکی طرف قدم نہیں اُٹھایا ' وہ اِتنی دور ہے کہ اُس کا نشان راہ بھی تمھیں دکھائی نہیں دیتا - لیکن جونہی تم اُسکی طرف چلے ' وہ اِتنی نزدیک ہوجاتی ہے کہ ساری مسافت ایک قدم سے زیادہ نہیں ! یونانی علم الاصنام کی ضرب المثل تھی : " مریخ کے مندر اور عطارد کے مندر میں صرف ایک دیوار حائل ہے - " کیونکہ دونوں ایک ہی لحاظہ میں تھے' اور جہل و خونریزی کے مندر سے نکل کر علم و امن کے مندر میں جانے کیلیے صرف اِتنا کرنا پڑتا تھا کہ بیچ کے ایک دروازے سے نکلکر دوسرے دروازے میں قدم رکھدیا - یہ اس طرف اشارہ تھا کہ علم و جہل ' محبت و جنگ ' اور نیکی و بدی کی دنیائیں کتنی ہی وسیع اور دور دراز نظر آتی ہوں ' مگر اُسکے لیے جو ایک سے نکل کر دوسری میں قدم رکھنا چاہے ؛ اس سے زیادہ مسافت نہیں ہے کہ ایک گھر کی چوکھٹ سے نکلے اور دوسری چوکھٹ میں قدم رکھدیا !

طے می شود ایں رہ بہ درخشیدن برقے
ما بے خبراں منتظر شمع و چراغیم !

***

بالاخر فرانس کا وہ مشہور مجرم جسکے لیے چوری پیشہ اور قتل تفریح تھی ' جسے دنیا کا قانون اور سوسائٹی کا انصاف اٹھارہ برس عذاب میں رکھہ کر بھی جرم سے روک نہیں سکا تھا ' جسکی شقاوت اور سیہ کاری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ قید خانہ سے نکلتے ہی پہلا وار اپنے محسن پر کر گزرا ' اور ذرا بھی ضمیر کی ملامت محسوس نہ کی ؛ اب ایک شریف ' راست باز ' خدا پرست ' اور فیاض آدمی تھا جسکی دولت بندگان خدا کی بے لوث خدمت میں اور جسکی زندگی مصیبت زدوں اور بے سر و سامانوں کی غمخواری میں صرف ہوتی تھی ! اِتنا ہی نہیں بلکہ گذشتہ کے احساس اور مستقبل کی طلب نے اب اسکے اندر نیکی اور ایثار کی ایک ایسی اعلیٰ روح پیدا کردی تھی جسکی طاقت کی کوئی انتہا اور جسکی وسعت کا کوئی کنارہ نہ تھا - بشپ کا نمونہ اُسے اپنی روحانی بلندی کی سطح سے بھی ایک زیادہ بلندی کی طرف دعوت دے رہا تھا !

***

انسان کتنا ہی نیک بننا چاہے لیکن سوسائٹی اسے نیک بننے نہیں دیتی - وہ اُسکا زندگی کے ہر گوشے اور ہر موڑ پر تعاقب کرتی ہے - جین کچھہ سے کچھہ ہوگیا ' اُسکی روح بدل گئی ' اُسکا دل پلٹ گیا ' اُس کا سینہ جو کبھی شیطان کا نشیمن تھا ' مقدسوں کی نیکیوں کا آشیانہ اور فرشتوں کی پاکیوں کا خزینہ بن گیا ؛ تاہم سوسائٹی نہ تو اُسے معاف کرسکی ' نہ اُسکی راہ روکنے سے باز آئی - ایک کے بعد ایک آزمایشیں آتی گئیں ' اور اُسکی وہ نیکی جو بشپ نے شمعدان پکڑاتے ہوے اسکے دل کے ریشے ریشے میں اتار دی تھی ' متزلزل نہ ہوئی - وہ قربانیوں پر قربانیاں کرتا گیا - اس نے انسان کی خدمت اور محبت کیلیے اپنا سب کچھہ دیدیا - لیکن انسان اُسے انصاف کا ایک کلمہ ' اعتراف کا ایک اشارہ ' عزت کی ایک غلط انداز نظر بھی نہ دے سکا !

***

افسانہ بہت طول کھینچتا ہے - سالہا سال گزر جاتے ہیں - یورپ کے بعض اہم واقعات شروع ہوتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں - " واٹرلو " کا معرکہ اور " فرانس کا تیسرا انقلاب " بھی ہو چکتا ہے ' لیکن جین کی عجیب و غریب زندگی کی مسلسل اور غیر مختتم قربانیاں ختم ہونے پر نہیں آتیں - وہ اپنی زندگی کا تمام آخری حصہ صرف کر کے جس یتیم اور مظلوم لڑکی کی پرورش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اُسکی زندگی کی ساری نامرادیوں اور شقاوتوں کا صلہ اس بچہ کی محبت میں مل جائیگا ' وہ بھی اُس سے بے پروا ہو جاتی ہے - جس شخص کی زندگی کو وہ ایک ایسے زہرہ گداز اور دہشت انگیز خطرہ میں پڑکر بچاتا ہے جس کا تصور بھی انسان کو سہمادے ' وہ بھی اُسکے ساتھہ انصاف نہیں کرسکتا اور اُس سے منہہ موڑ لیتا ہے - آخر وہ وقت آتا ہے جب اسی برس کی عمر میں تن تنہا بستر موت پر کروٹیں بدلتا ہے - اُسوقت انسان طیار ہوتا ہے کہ اُسکے ساتھہ انصاف کرے -

ساری عمر کی نیکی اور قربانی کے بعد اعتراف کی یہی چند گھڑیاں تھین جو سوسائٹی اُسے دے سکی !

***

وکٹر ہیوگو کی یہ طیار کی ہوی سیرۃ (کیریکٹر) نہایت مقبول ہوی ہے - یورپ کے بڑے بڑے مصوروں نے اسکا مرقع کھینچنے میں اپنے کمالات کے جوہر دکھلاے ہیں - سب سے بہتر مرقع موروس کا تسلیم کیا جاتا ہے جو گذشتہ صدی کا نامور فرانسیسی مصور تھا - اس مرقع میں اُس نے وہ منظر دکھلایا ہے جب پولیس کے سپاہی جین کو گرفتار کر کے لاتے ہیں اور بشپ کے سامنے پیش کرتے ہیں - جین دم بخود کھڑا ہے - اسکے ہاتھہ میں چوری کے مال کا بقچہ ہے - بشپ مسکراتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور چاندی کے شمعدان اُسے پکڑا رہا ہے - نیچے یہ عبارت درج ہے " میرے دوست ! تم رات جاتے ہوے یہ شمعدان کیوں چھوڑ گئے ؟ یہ بھی تو چاندی کے ہیں اور دو سو روپیہ میں فروخت ہو سکتے ہیں " ؟

***

کچھہ عرصہ ہوا میں سفر میں تھا اور گزران وقت کے لیے یہ قصہ پڑھہ رہا تھا - میں نے خیال کیا ' وکٹر ہیوگو نے اپنے زور تخیل سے انسانی سیرۃ کا ایک بڑا ہی بلند اور دلاویز نقشہ کھینچا ہے ' لیکن اگر اُس نے مشرق کی شاعری کی طرح (کیونکہ اُس نے سعدی اور حافظ کا مطالعہ کیا تھا) مشرق کے اخلاق و تصوف کا بھی مطالعہ کیا ہوتا تو اسے معلوم ہوجاتا کہ اس طرح کی اخلاقی سیرۃ یہاں کی عملی زندگی کے واقعات رہ چکے ہیں - پھر مجھے خیال آیا کہ سید الطائفہ جنید بغدادی (رح) اور ابن ساباط کا واقعہ کس درجہ اس سے مشابہ ' اور اپنی تفصیلات میں کیسا شاندار اور موثر ہے ؟

***

" ابن ساباط " کی سرگزشت کیلیے آئیندہ مجلس افسانہ سرائی کا انتظار کیجیے -

" وصاف "

مذاکرۂ علمیّہ

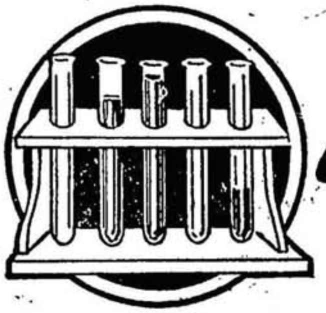

انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب

یورپ کے طبي حلقے سالہا سال سے اعادۂ شباب اور درازي عمر کے جن تجربوں میں مشغول تھے ' اُن میں سب سے زیادہ کامیابي ڈاکٹر وورو نوف کو هوي هے جو بندر کي گلٹیوں کي قلم انسان کے جسم میں لگا کر بوڑھاپے کو جواني سے بدل دیتا هے - اُس کي حیرت انگیز عملي کامیابیوں کا غلغلہ چار سال سے بلند هے ' اور اب اس درجه مشهور هو چکا هے که هر چوتھے پانچویں هفتے اِس بارے میں کوي نه کوي خبر ریوٹر ایجنسي کے ذریعه دنیا میں مشتهر هوجاتي هے -

سب سے پہلے سنه ۱۹۲۲ - میں ریوٹر نے یهه خبر مشتهر کي تهي که سابق قیصر جرمني نے ڈاکٹر وورو نوف کو بلایا هے تا که اس عملیه کا تجربه کریں - اُسکے بعد سنه ۱۹۲۴ - میں فرانس کي هاواس ایجنسي نے خبر دي که حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو الجزائر بهیجا هے تا که وهاں کي بهیڑوں پر اس عملیه کا تجربه کریں - اُسي زمانے میں پیرس کے مشهور مصور رساله لا الستراسیوں نے اس عملیه کي تاریخ اور عملي نتائج پر متعدد مضامین لکھے ' اور تهوڑے عرصه کے بعد انگلستان کے اخبارات سے معلوم هوا که ڈاکٹر وورو نوف نے لنڈن کا سفر کیا هے اور شاهي طبي مجلس کے زیر اهتمام ایک وقیع جلسه میں تقریر کي هے - اس جلسه میں انهوں نے ایک ۷۵ - برس کا سالخورده آدمي بهي پیش کیا تها جو حد درجه کمزور هو چکا تها ' مگر اب اس عملیه کے ذریعه زیاده سے زیاده چالیس برس کا طاقتور جوان معلوم هوتا تها !

اس کے بعد فرانس اور انگلستان کے طبي رسالوں میں یه مبحث از سر نو چھڑ گیا - مختلف پہلوؤں سے اس پر بحثیں هوتي رهیں -

شاید هندوستان هي وه جگه هے ' جهاں اس عملیه کي کامیابي اور مقبولیت کا سب سے پہلے اور سب سے بهتر اندازه لگایا جا سکتا تها - بندروں کي سب سے بڑي آبادي افریقه کے بعد هندوستان میں هے - اور اگر عمده نسل کے بندروں کي جستجو هو تو وه غالباً صرف هندوستان اور اسکے جزیروں هي میں مل سکتے هیں - اس لیے هر ایسے عملیه کے لیے جس میں اِس "انسان سے ایک درجه فرو تر" جانور کي ضرورت هو ' ضروري هے که هندوستان سے اپني ضرورت پوري کرنے کا انتظام کرے - سنه ۱۹۲۵ع میں اچانک معلوم هوا که شمالي هند میں ایک نئي قسم کي تجارت شروع هوگئي هے اور خوب فروغ پا رهي هے - یه تجارت بندروں کے فرانس بهیجنے کي تجارت تهي - معلوم هوا که فرانس کي ایک حیوانات فروش دکان سیکڑوں هزاروں کي تعداد میں عمده نسل اور قسم کے بندر طلب کر رهي هے ' اور بمبئي ' کلکته ' کولمبو سے ایک ایک جهاز میں سو سو بندر بهیجے جا رهے هیں - یه صورت حال اس بات کا قطعي ثبوت تهي که ڈاکٹر وورو نوف کا عملیه کم از کم مقبول خوب هو رها هے !

حال میں ریوٹر ایجنسي نے پیرس سے ایک نئي خبر شائع کي تهي - اس سے معلوم هوا تها که حکومت فرانس نے ڈاکٹر موصوف کو فرانس اور اٹلي کے سرحدي مقامات میں سے ایک نهایت پر فضا اور معتدل مقام دیدیا هے ' اور انهوں نے وهاں ایک قدیم قلعه میں بهت بڑي تعداد بندروں کي جمع کرلي هے - مقصود اس سے یه هے که خود یورپ میں بندر پال کر بڑي تعداد پیدا کرلي جائے ' تاکه اس عملیه کے انجام دینے میں سهولت هو -

اس خبر کے دو هفته بعد پیرس کے مشهور اخبار طان میں ایک ملاقات کا دلچسپ حال شائع هوا جو اسي سرحدي مقام کے قدیم قلعه میں (جو اب بندروں کي قیام گاه هے) مسٹر چرچل اور ڈاکٹر موصوف میں هوئي تهي - ملاقات کي سرگزشت ڈاکٹر ایم - اولي فارست کے قلم سے نکلي تهي جو ڈاکٹر وورو نوف کے رائے درست هیں -

چونکه یه معامله موجوده دنیا کا سب سے زیاده اهم طبي انکشاف هے ' اس لیے هم چاهتے هیں ایک جامع تحریر اس موضوع پر شائع کردیں - هم نے مختلف مصادر سے اس مبحث کے تین اهم حصے لے لیے هیں اور انهیں ضروري تصاویر کے ساتهه شائع کر دیتے هیں - پهلا ٹکڑه نیویارک کے مڈیکل جرنل کے ایک مضمون سے ماخوذ هے جو دنیا کے معتمد طبي رسائل میں سے هے - دوسرا پیرس کے مشهور مصور رساله " لا الستراسیون " کے مضامین سے مرتب کیا گیا هے جو اس موضوع پر شائع هوئے تهے - تیسرا " طان " پیرس سے لیا گیا هے جس میں مسٹر چرچل اور ڈاکٹر وورو نوف کي ملاقات کي سرگزشت بیان کي گئي هے - اس کا مختصر خلاصه هندوستان کے بعض انگریزي اخبارات میں بهي شائع هوگیا تها ' لیکن اب ڈاک کے اخبارات میں " طان " آگیا هے اور اس میں پوري سرگذشت درج هے -

(۱)

(انساني عمر کي درازي)

زندگي کي بیمه کرنے والي کمپنیوں کي سالانه رپورٹیں ظاهر کرتي هیں که گزشته صدي کے آخري پچیس برسوں میں انسان کي عمر پہلے سے باره برس زیاده هوگئي هے - امریکن پروفیسر ڈاکٹر میو نے واشنگٹن یونیورسٹي میں پچهلے مهینه تقریر کرتے هوئے کها :

ڈاکٹر گورسکي

جس نے غدود کے ذریعہ اعادۂ شباب کے عملیہ میں کامیابي حاصل کي

" اعداد و شمار سے ثابت هوگیا هے که انسان کي عمر بڑھ رهي هے۔ سولهویں صدي سے انیسویں صدي کے وسط یعني سنه ۱۸۵۰ع تک ' انسان کي عمر میں بیس برس کا اضافه هوچکا هے۔ اس کے بعد بھي ترقي برابر جاري رهي - اِس وقت انسان کي متوسط عمر ۵۸ - سال تک پهنچ چکي هے "

پروفیسر مذکور کے خیال میں اِس زیادتي کا اصلي سبب علم حفظان صحت کي ترقي اور عقل انساني کي وسعت هے - اب انسان بهت سے ایسے امراض پر غالب آگیا هے جو پہلے نا قابل علاج تھے - اُسنے بتایا که مرد کي زندگي کیلیے سب سے زیادہ خطره پچاس اور اٹھاون سال کي درمیاني عمر میں هوتا هے - لهذا اِس موقعه پر غیر معمولي احتیاط کي ضرورت هے - عورت کي زندگي ۱۶ - اور ۱۸ - سال کي عمر میں سب سے زیادہ خطرے میں هوتي هے - تحقیقات سے معلوم هوا هے که اکثر عورتیں اسي عمر میں مرتي هیں

عمر کي درازي میں وراثت کو بھي بهت دخل هے - جن خاندانوں میں عمر زیادہ هوتي هے ' اُنکي نسل زیاده مدت تک زنده رهتي هے - یه اِس لیے که عمر کا تعلق جسم کي اُن خلایا یا تهیلیوں سے هے جو زندگي کي محافظ اور پرورش کرنے والي هیں - علماء علم الحیاۃ نے اب یه بات تسلیم کرلي هے که زندگي کي اِن تهیلیوں کي قوت و صلاحیت عام طور پر موروثي هوتي هے - لهذا طویل العمر خاندانوں کے افراد کو زیاده عمر پانے کي امید رکھني چاهیے - بشرطیکه بے اعتدالیوں سے زندگي کي قوتیں قبل از وقت ضایع نه کردیں -

حال میں مشهور روسي عالم ڈاکٹر وورو نوف نے اعلان کیا هے :

" عنقریب انسان ۱۲۵ - سال کي عمر حاصل کرلیگا ' اور علم کي ترقي بهت جلد اس مدت کو ۱۴۰ - سال تک بڑھا دیگي "

اور بهت سے علماء نے بھي اِسي قسم کے خیالات کا اظهار کیا هے۔ دنیا بھر میں زندگي کي درازي کیلیے ایک زبردست تحریک پیدا هوگئي هے -

(اعادۂ شباب)

لیکن سوال یه هے که انسان اِتني عمر لیکر کریگا کیا جبکه هم دیکھتے هیں که عام طور پر ساٹھ برس کے بعد هي بڑھاپے کي کمزوریاں اُسے مغلوب کرلیتي هیں ' اور اس کے بعد تو اُسکي زندگي موت سے بھي بدتر هو جاتي هے ؟

بلا شبه یه سوال بهت اهم هے -

لیکن علماء علم حیات اِس سے غافل نهیں هیں - اُن کا جواب یه هے که بڑھاپے کي یه حالت طبیعي اور اٹل نهیں هے بلکه عوارض کا نتیجه هے - اگر یه عوارض دور کردیے جائیں تو سو برس کي عمر میں بھي انسان ویسا هي خوش حال رهسکتا هے - جیسا تیس برس کي عمر میں هوتا هے - وه کهتے هیں - یه عوارض دور کردیے جاسکتے هیں -

بڑھاپے کي لاچاریاں دور کرنے کا مسئله نیا نهیں هے - قدیم سے انسان نے اِس پر غور کیا هے اور درازي کي شکل میں اُسکے بهت سے حل تجویز کیے هیں - مگر تجربے اور عمل سے کوئي بھي کارگر ثابت نه هوا - اب معلوم هوتا هے که موجوده علماء شاید یه مهم سر کرلیں -

(سائنس کانگرس کا اعلان عظیم)

گزشته سال سوئٹزر لینڈ میں سائنس کانگرس نے اعلان کیا تھا :

" یه خیال محض بے بنیاد هے که بڑھاپا ایک طبعي حالت هے جو لازمي طور پر هر انسان پر طاري هوتي هے - بڑھاپا بھي دراصل بیماري کي طرح ایک عارضه هے - جس طرح هر بیماري کے جراثیم هوتے هیں ' اُسي طرح اِس بیماري کے بھي جراثیم هیں ' اور علم نے معلوم کر لیے هیں - اگر ان کے معدوم کر دینے میں کامیابي هوگئي ' تو بڑھاپا بھي معدوم هو جایگا " !

(۲)

(اعادۂ شباب کے کامیاب طریقے)

بڑھاپا دور کرنے یا به الفاظ علمي اس کے جراثیم معدوم کردینے کے جو طریقے اِس وقت تک کامیاب هوچکے هیں ' وه کچھ کم اهمیت نهیں رکھتے - هم مختصراً اُن تمام طریقوں کا یهاں ذکر کر دیتے هیں -

(۱) تجدید مادۂ دمویه

اِس طریقه کا موجد پیرس کا ایک ڈاکٹر گورسکي هے - اِس طریقه کي طرف اِسے ڈاکٹر کارل کي کیمیاوي تحقیقات سے رهنمائي هوئي - ڈاکٹر کارل حیوان کا کوئي عضو یا عضو کا کوئي حصه ایک عرق کے اندر جس میں دو ثلث خون اور ایک ثلث اسي حیوان کي جنین کا جوهر شامل هوتا تھا ' رکھدیتا ' اور وه عضو حیرت انگیز طور پر زنده رهتا - ڈاکٹر گورسکي نے یه دیکھکر خیال کیا که اگر بوڑھے حیوان کے جسم میں اُسي نسل کے جوان حیوان کا خون منتقل کردیا جائے تو اُسے جوان هوجانا چاهیے - چنانچه اُس نے تجربه کیا اور کامیاب رها - چوده برس کا ایک بوڑھا کتا اور ۲۴ - برس کا بوڑھا گھوڑا ' دونوں جوان هو گئے !

مشهور عالم ڈاکٹر وورونوف

جو اعادۂ شباب کے مسئله تقلیح کا موجد هے

ایک ۷۵ برس کا بوڑھا آدمي
عملیۂ تقایم سے پہلے

اِن تجربوں کے بعد اُس نے اِنسانوں کو لیا اور خاطر خواہ کامیابي حاصل هوئي - چالیس سے ساٹھہ برس تک کے آدمیوں پر تجربہ کیا گیا جنکي شرائین سخت هوگئي تهیں' اور پیري کے جملہ لوازم اُن پر ٹوٹ پڑے تھے - جوان آدمیوں کا خون اُن کے جسم میں پہنچایا گیا اوریہ تمام عوارض دور هوگئے - یہ خیال نہیں کرنا چاهیے کہ اِس طریقہ میں جوان آدمي کا بہت سا خون لیا جاتا هے - نہیں' بہت هي کم خون - اِتنا کم' جتنا معمولي زخم سے بہہ جایا کرتا هے - اور وہ اِس عمل کے لیے کافي هوتا هے - ایک سنتي میٹر مکعب سے دو سنتي میٹر تک خون کافي هوتا هے - اِس میں اصلي شرط یہ هے کہ دونوں کے خون کي فعالي خاصیت یکساں هو - یہي سبب هے کہ خون لینے سے پہلے اُس کي طبي جانچ کرلي جاتي هے - سب سے بہتر خون باپ کے لیے بیٹے کا هوتا هے - لیکن بہر حال طبي معائنہ ضروري هے -

(۲) گلٹیوں کا نظریہ

دوسرا طریقہ گلٹیوں کي عملیات کا هے - یہ طریقہ اُس نظریہ پر مبني هے جو آجکل بہت عام اور مقبول هو رها هے - نظریہ یہ هے کہ جسم کے پورے نظام کا دار و مدار اُن گلٹیوں پر هے جو خون میں بلا واسطہ اپنا مادہ پہنچاتي رهتي هیں - اِن گلٹیوں کي مثال بالکل اُس نلے سے پرزہ کي هے جو موٹر میں حرکت کے وقت پہلا شرارہ پیدا کرتا هے -

گلٹیوں کي جسم میں تاثیر مسلم هے - مثلاً جب گردن کي " غدۂ درقیہ " (Thyroid Gland) خراب هو جاتي هے تو انسان میں غفلت و حماقت کي سي ایک کیفیت پیدا هو جاتي هے - اِس غدود یا گلٹي کے اوپر دو گلٹیاں اور بھي موجود هیں - یہ اِتني چھوٹي هیں کہ پن کے سر سے زیادہ نہیں هیں - اگر یہ جسم سے نکال دي جائیں تو فوراً تشنج شروع هو جائے اور زیادہ سے زیادہ چھہ گھنٹے کے اندر انسان مر جائے - اسي طرح گردوں کے اوپر کي گلٹیاں بھي اگر نکال دي جائیں تو چشم زدن میں اس طرح دم نکل جائے' گویا بجلي گر پڑي - وجہ یہ هے کہ یہ دونوں گلٹیاں ایک خاص طرح کا مادہ خارج کرتي رهتي هیں جس کا نام " اڈرینالین " هے - یہي مادہ قلب کي حرکت کا اصلي موجب هے -

غرضکہ اِس قسم کي بہت سي گلٹیاں انسان کے جسم میں موجود هیں - لیکن تجربہ کرنے والوں نے اپنے علاج میں صرف تناسلي گلٹیوں سے کام لیا هے - یہ ثابت هوچکا هے کہ تناسلي گلٹیوں هي سے وہ مادہ خارج هوتا هے جس سے مرد کي آواز بھاري هوتي هے'

چہرے پر بال نکلتے هیں' اور وہ تمام حالات پیدا هوجاتے هیں جنسے مرد' مرد هوتا اور اُس میں رونق شباب ظاهر هوتي هے -

(گلٹیوں کے عملیات)

اِن گلٹیوں کو قوي اور چست کیوں کر کیا جائے ؟ علماء نے اِس کے چند طریقے نکالے هیں

ایک طریقہ یہ هے کہ اِن گلٹیوں پر عمل جراحي کرتے هیں اور اُن کي شرائین مختلف دواؤں کے ذریعہ تروتازہ کر دي جاتي هیں' جن سے مادۂ منویہ آتا هے اور جو بڑهاپے میں خشک هو جاتي هیں - یہ طریقہ اب تک پوري طرح کامیاب نہیں هوا هے' اگر هو بھي جائے تو صرف اُنهي بوڑهوں کے لیے مفید هوسکتا هے جن کے قوی ابھي مضبوط هیں اور جسم میں مادۂ منویہ کافي مقدار میں پیدا هوتا رهتا هے - لیکن جن کے قوی بالکل کمزور هوگئے هیں' اُن کے لیے یہ طریقہ مفید نہ هوگا - یہي وجہ هے کہ یہ طریقہ مقبول نہیں هوا -

دوسرا طریقہ پچکاري کے ذریعہ مواد داخل کرنے کا هے - تندرست حیوان کي تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصہ حاصل کیا جاتا هے' اور بوڑهے جسموں کي گلٹیوں میں پہنچا دیا جاتا هے - لیکن یہ طریقہ بھي زیادہ کار آمد ثابت نہیں هوا - کیونکہ اول تو ایسے مواد کا حاصل کرنا مشکل هے - پھر اِس کا اثر بھي زیادہ دیر پا نہیں هوتا - کچھہ مدت کے بعد جاتا رهتا هے -

یہ طریقہ سب سے پہلے ایک امریکن ڈاکٹر براؤن سیکر نے معلوم کیا تھا اور خود اپنے جسم پر اسکا تجربہ کیا تھا - یہ ڈاکٹر بہت بوڑها هو گیا تھا - عمر ستر سے بھي زیادہ هوگئي تھي - علمي اشغال کي قوت باقي نہیں رهي تھي - بڑے غور و فکر کے بعد اُسے خیال هوا کہ اِس طریقہ کا تجربہ کیوں نہ کیا جائے ؟ چنانچہ تناسلي گلٹیوں کے مواد کا خلاصہ حاصل کیا اور اپنے جسم میں پچکاري کے نشتر کے ذریعہ داخل کردیا - نتیجہ حیرت انگیز تھا - اچانک شباب کي قوتیں عود کر آئیں !

تیسرا طریقہ وہ هے جسے پیوند یا قلم لگانے سے تعبیر کیا جاتا هے یعني جس طرح درختوں کي دو مختلف شاخوں کا باهمدگر پیوند لگایا جاتا هے' اسي طرح ایک جسم کا کچھہ حصہ دوسرے جسم میں لگا دیا جائے - اسي لیے هم نے اسے " تقلیم " کے لفظ سے تعبیر کیا هے جو عربي میں قلم لگانے کے معني میں بولا جاتا هے - ایک دوسرا لفظ " تطعیم " بھي هے - لیکن اسمیں قلم لگانے سے زیادہ ٹیکہ لگانے کا مفہوم پایا جاتا هے - مصر کے بعض رسائل نے غلطي سے اسے " تطعیم " کہنا شروع کر دیا هے - حالانکہ تطعیم اِسکے لیے موزوں نہیں

وهي ۷۵ برس کا بوڑها
عملیہ کے بعد

ہے - اس میں ٹیکہ لگانے کے عملیہ کي طرح کوئی خارجي مادہ داخل نہیں کیا جاتا ' بلکہ ایک عضو کي قلم دوسرے عضو سے پیوند کردي جاتي ہے -

اس کا طریقہ یہ ہے کہ تندرست جسم کي تناسلی گلٹیوں کا پیوند بوڑھے آدمي میں لگادیا جاتا ہے اور وہ بالکل جوان ہو جاتا ہے - سب سے پہلے سنہ ۱۷۷۰ - میں ایک انگریز ڈاکٹر جان ہنٹر نے اس کا تجربہ کیا تھا - بوڑھے کتے میں جوان کتے کي ٹلٹیاں لگادیں اور اُسکا بڑھاپا دور ہوگیا - پھر سنہ ۱۸۴۹ - میں ڈاکٹر برتھولد نے مرغ پر یہي تجربہ کیا اور کامیاب ہوا - انیسویں صدي کے آخر میں کئي اور پرندوں پر بھي اس عملیہ کے تجربے کامیاب ہو چکے ہیں -

لیکن یہ محض تجربے ہي تجربے تھے - ابھي اس حد تک معاملہ نہیں پہنچا تھا کہ عملي حقیقت کي طرح تسلیم کرلیا جاتا - مگر سنہ ۱۸۹۴ - میں ڈاکٹر شٹناخ نے وائنا میں از سر نو تجربے شروع کیے - اِنکا سلسلہ ابتک جاري ہے - اِس ڈاکٹر کے تجربے زیادہ تر چوھوں پر تھے - تمام تجربے کامیاب ہوے اور ثابت ہوگیا کہ زیادہ سے زیادہ بوڑھے چوھے بھي جوان ہوسکتے اور چالیس مہینے تک زندہ رہسکتے ہیں - حالانکہ چوھوں کي عمر کا اوسط تیس مہینے سے زیادہ نہیں - اِس کے معني یہ ہوئے کہ اُنکي عمر میں تقریباً ۴۵ - في صدي کا اضافہ ہو گیا - اگر اِسي پر آدمي کي عمر کا بھي قیاس کیا جائے تو اسي سے سو برس تک پہنچ جانا ممکن معلوم ہوتا ہے -

(ڈاکٹر وورو نوف)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عملیہ کي آخري کامیابي کي عزت ایک روسي ڈاکٹر کے نام لکھي جا چکي تھي جو عرصہ سے پیرس میں مقیم ہے - یعني ڈاکٹر وورو نوف -

ڈاکٹر موصوف نے اپنے تجربے حیوان سے شروع کیے - سب سے پہلے سنہ ۱۹۱۸ - میں ۱۲ - برس کے بوڑھے دنبے میں ایک جوان دنبے کي تناسلي گلٹي کا پیوند لگایا - نتیجہ یہ ہوا کہ دو مہینے کے اندر بوڑھے دنبے کي حالت بدل گئي - پہلے اُسکا سر جھکا رہتا تھا - ہاتھہ پاؤں کانپتے تھے - پیشاب بند ہو ہو جاتا تھا ' اور توالد و تناسل کي قوت بالکل مفقود ہو چکي تھي - لیکن اِس علاج کے بعد اُسکي جواني واپس آگئي ' جوش شباب پیدا ہوگیا ' سینگ مارنے لگا ' اور مادا اُس سے حاملہ بھي ہوگئي - ڈاکٹر نے صرف اِتنے تجربے ہي پر اکتفا نہیں کي - بلکہ کچھہ روز بعد یہ پیوند الگ کر کے دیکھا کہ اب دنبے کي حالت کیا ہوتي ہے ؟ ہوا یہ کہ پیوند کے الگ ہوتے ہي بڑھاپا لوٹ آیا - ڈاکٹر نے دوبارہ پھر پیوند لگا دیا ' وہ پھر از سر نو جوان ہوگیا !

(۸۵ برس سے چالیس برس !)

اِسکے بعد ۷۵ - برس کے ایک بوڑھے انگریز پر تجربہ کیا - یہ نہایت ہي ردي حالت میں تھا - کمزوري حد کو پہنچ چکي تھي - پیٹ نیچے لٹک آئي تھي - بینائي تقریباً جاچکي تھي - کان بھي بہرے ہونے کے قریب تھے - اس نے اپني جواني کا تمام زمانہ ہندوستان کے گرم و سخت موسم میں بسر کیا تھا - وہ اس قدر کمزور تھا کہ ڈاکٹر کے مطب تک بھي خود نہیں چڑھ سکا جو پہلي منزل پر واقع تھا - نوکر اُسے اپني پیٹھہ پر لاد کے لے گیا -

لیکن اِس علاج کے بعد وہ جوان ہوگیا - قوت واپس آگئي ' حتی کہ سر پر بال بھي نکل آئے - حالانکہ سالہا سال سے اُسکا سر گنجا ہو رہا تھا ! (صفحہ ۱۱ - کي دونوں تصویریں اسي شخص کي تصویریں ہیں)

ڈاکٹر وورو نوف کا بیان ہے کہ سب سے بہتر پیوند اُس قلم کا ہوتا ہے جو جوان آدمي کي تناسلي گلٹي سے لیا جاتا ہے - علاج کیلیے بہت ہي قلیل حصے کي ضرورت ہوتي ہے - اتنے قلیل کي کہ آدمي کي صحت کو ہرگز کوئي نقصان نہیں پہنچ سکتا - مگر چونکہ دنیا بھر کي قوموں کے قوانین نے اِسے ممنوع قرار دیدیا ہے ' اس لیے مجبوراً ترقي یافتہ بندر کي گلٹیوں سے کام لیا جاتا ہے - کیونکہ حیوانات میں بندر سے زیادہ کوئي جانور انسان سے قریب نہیں ہے - تحلیل کرنے سے ثابت ہوا ہے کہ بندر کا خون بالکل انسان کے خون کي طرح ہے -

ابتک بکثرت آدمیوں کا علاج ہو چکا ہے ' اور سب پر کامیاب رہا ہے ' سب از سر نو جوان ہو گئے ہیں - ڈاکٹر وورو نوف کا آخري اعلان یہ تھا کہ " دسمبر سنہ ۱۹۲۶ - تک وہ ایک ہزار بوڑھوں پر یہ عملیہ کر چکے ہیں ! "

(جنس اُناث اور عملیۂ تبدیل)

جس طرح بوڑھے مردوں کے لیے یہ عملیہ کامیاب ہوا ہے ' کیا بوڑھي عورتوں کے لیے بھي کامیاب ہوسکتا ہے ؟ کیا آیندہ زمانے میں دونوں جنس یکساں شباب کي طرف لوٹ سکیں گے ' یا زندگي اور انتفاع کے ہر میدان کي طرح ' اس میدان میں بھي عورتیں محروم رہجائیں گي ؟

حال میں ڈاکٹر وورو نوف نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے ؟

" اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے اُس کمدونست عورت کي ملاقات کرادوں جو ۶۵ برس کي عمر اور اس کي ساري محرومیاں لیکر میرے پاس آئي تھي اور اب از سر نو جوان بنکر واپس جا چکي ہے " !

(باقي آیندہ)

الهلال

کا

یہ ۵ - وان نمبر ہی

لیکن

اِس وقت تک ترسیع اشاعت کے ابے دفتر نے آپکو کوئي زحمت نہیں دي ہے - کیا آپ کو خود اِس طرف توجہ نہ ہوگي ؟

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

حسین بن علی علیہما السلام

دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں، دنیا عموماً تاریخ و حقیقت سے زیادہ افسانہ و تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈھنا چاہتی ہے۔ اسی لئے فلسفہ تاریخ کے بانی اول ابن خلدون کو یہ قاعدہ بنا دینا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہوگا، اتنی ہی زیادہ افسانہ سرائی اُسے اپنے حصار تخیل میں لے لے گی۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے: "انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بنجائے!"

تاریخ اسلام میں حضرت امام حسین (علیہ و علی آبائہ و اجدادہ الصلوٰۃ والسلام) کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے، محتاج بیان نہیں۔ خلفائے راشدین کے عہد کے بعد جس واقعہ نے اسلام کی دینی، سیاسی، اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا ہے، وہ اُن کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔ بغیر کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی المناک حادثہ پر نسل انسانی کے اس قدر آنسو نہ بہے ہونگے جس قدر اس حادثہ پر بہ چکے ہیں۔ تیرہ سو برس کے اندر تیرہ سو محرم گزر چکے، اور ہر محرم اس حادثہ کی یاد تازہ کرتا رہا۔ امام حسین کے جسم خونچکاں سے دشت کربلا میں جس قدر خون بہا تھا، اُس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا اشک ہائے ماتم و الم کا ایک ایک سیلاب بہا چکی ہے!

بایں ہمہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تاریخ کا اتنا مشہور اور عظیم تاثیر رکھنے والا واقعہ بھی تاریخ سے کہیں زیادہ افسانہ کی صورت اختیار کر چکا ہے؟ اگر آج ایک جویائے حقیقت چاہے کہ صرف تاریخ اور تاریخ کی محتاط شہادتوں کے اندر اس حادثہ کا مطالعہ کرے، تو اکثر صورتوں میں اُسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑیگا۔ اسوقت جس قدر بھی مقبول اور متداول ذخیرہ اس موضوع پر موجود ہے، وہ زیادہ تر روضہ خوانی سے تعلق رکھتا ہے جس کا مقصد، زیادہ سے زیادہ گریہ و بکا کی حالت پیدا کر دینی ہے، نہ کہ تاریخی حیثیت سے بیان واقعات۔ بعض چیزیں جو تاریخ کی شکل میں مرتب ہوئی ہیں، وہ بھی دراصل تاریخ نہیں ہیں۔ روضہ خوانی اور مجلس طرازی کے مواد ہی نے ایک دوسری صورت اختیار کر لی ہے۔

اگر آج جستجو کی جائے کہ دُنیا کی کسی زبان میں بھی کوئی ایک کتاب ایسی موجود ہے جو حادثہ کربلا کی "تاریخ" ہو، تو واقعہ یہ ہے کہ ایک بھی نہیں!

ذیل میں ہم وفیات مشاہیر عالم میں سے (جس کا ذکر دوسرے نمبر میں ہو چکا ہے) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واردات و حوادث نقل کرتے ہیں۔ یہ حادثہ کربلا کی "تاریخ" نہیں ہے، مگر تمام تاریخی واقعات کا مرتب مجموعہ ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک "تاریخ" کا تعلق ہے، اس حادثہ کے واقعات میں یاد رہے کہ اس سلسلہ سے مقصود تاریخی بحث و نظر نہیں ہے، بلکہ مجرد واقعات وفات کا اس طرح یکجا کر دینا ہے کہ اُس سے ایک مرتب و مسلسل بیان پیدا ہو جائے، البتہ واقعات کے تفحص و تحقیق میں پوری کاوش کی گئی ہے۔ شاید اس قدر کاوش و جستجو کے ساتھ ان حالات کا تاریخی مجموعہ دوسری جگہ نہ ملے۔

تمہید

اہل بیت، شروع سے اپنے تئیں خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی وفات کے بعد تخت خلافت خالی ہوا، یزید بن معاویہ پہلے سے ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اور حسین بن علی علیہما السلام سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا تھا، اس لئے وہاں اہل بیت کرام کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ انھوں نے حضرت حسین کو لکھا کہ آپ تشریف لائیے، ہم آپکا ساتھ دیں گے۔ آپنے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیجدیا اور خود بھی سفر کی طیاری کرنے لگے۔

دوستوں کا مشورہ

آپکے دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہوا تو سخت مضطرب ہوئے۔ وہ اہل کوفہ کی بے وفائی اور زمانہ سازی سے واقف تھے۔ بنی امیہ کی سخت گیر طاقتوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ انھوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا "لوگ یہ سُنکر بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ مجھے اصلی حقیقت سے آگاہ کیجئے" حضرت حسین نے جواب دیا "میں نے عزم کر لیا ہے۔ آج ہی کل میں روانہ ہوتا ہوں" ابن عباس بے اختیار پکار اُٹھے: "خدا آپکی حفاظت کرے۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جاتے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے، دشمن کو نکال دیا ہے، اور ملک پر قبضہ حاصل کر لیا ہے؟ اگر وہ ایسا کر چکے ہیں تو شوق سے تشریف لیجائیے لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے۔ حاکم بدستور اُن کی گردن دبائے بیٹھا ہے۔ اُسکے گماشتے برابر اپنی کارستانیاں کر رہے ہیں تو اُن کا آپ کو بلانا در حقیقت جنگ کی طرف بلانا ہے۔ میں ڈرتا ہوں، وہ آپ کو دھوکا نہ دیں، اور جب دشمن کو طاقتور دیکھیں تو خود آپ سے لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہو جائیں" مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

ابن عباس کا جوش

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آگئی تو ابن عباس پھر دوڑے گئے۔ "اے ابن عم" اُنھوں نے بنت کہا "میں خاموش رہنا چاہتا تھا، مگر خاموش رہا نہیں جاتا۔ میں اس راہ میں آپکی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراق والے، دغاباز ہیں۔ اُنکے قریب بھی نہ جائیے یہیں قیام کیجئے، کیونکہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ اگر عراقی آپکو بلاتے ہیں تو اُن سے کہئے پہلے مخالفین کو اپنے علاقہ سے نکال دو، پھر مجھے بلاؤ۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں تو یمن چلے جائیے۔ وہاں قلعے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ ملک کشادہ ہے۔ آبادی عموماً آپکے والد کی خیر خواہ ہے۔ وہاں آپ ان لوگوں کے دسترس سے باہر ہونگے۔ خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ اپنی دعوت پھیلائیے گا۔ مجھے یقین ہے، اس طرح آپ کامیاب ہو جائیں گے"

لیکن حضرت حسین نے جواب دیا:

"اے ابن عم! میں جانتا ہوں تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں اب عزم کر چکا"

ابن عباس نے کہا:

"آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لیجائیے۔ مجھے اندیشہ ہے آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اُسی طرح قتل نہ کر ڈالے جائیں جس طرح عثمان بن عفان (رض) اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباس نے جوش میں آکر کہا:

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپکے بال پکڑ لینے اور لوگوں کے جمع ہونے سے آپ رُک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال پکڑ لوں!" (ابن جریر)

مگر آپ پھر بھی اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

عبداللہ بن جعفر کا خط

اسی طرح اور بھی بہت سے **لوگوں نے آپکو سمجھایا۔** آپکے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر نے **مدینہ سے خط بھیجا:**

"میں آپ کو خدا کا **واسطہ دیتا ہوں کہ** یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز آجائیے۔ کیونکہ اس راہ میں آپکے لئے ہلاکت اور آپکے اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں گے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اسوقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں"

(ابن جریر۔ کامل۔ مقتل ابن احنف وغیر ذلک)

والی کا خط

یہی نہیں بلکہ انھوں نے یزید کے مقرر کئے ہوئے والی عمرو بن سعید بن العاص سے جا کر کہا "حسین بن علی کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کر دو" عمرو نے کہا: آپ خود خط لکھ لائیے۔ میں مُہر کر دوں گا۔ چنانچہ عبداللہ نے والی کی جانب سے یہ خط لکھا:

"میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اُس راستہ سے دُور کر دے جسمیں ہلاکت ہے اور اُس راستہ کی طرف رہنمائی کرے جسمیں سلامتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے آپ عراق جا رہے ہیں۔ میں آپکے لئے شقاق و اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپکی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبداللہ بن جعفر اور یحیٰ بن سعید کو آپکے پاس بھیج رہا ہوں۔ انکے ساتھ واپس چلے آئیے۔ میرے پاس آپکے لئے امن، سلامتی نیکی، احسان، اور حسن جوار ہے۔ خدا اسپر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل، نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام"

مگر آپ بدستور اپنے ارادے پر جمے رہے۔ (ابن جریر وغیرہ)

فرزدق سے ملاقات

مکہ سے آپ عراق کو روانہ ہو گئے۔ "صفاح" نام مقام پر مشہور محب اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ آپنے پوچھا "تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟" فرزدق نے جواب دیا "اُنکے دل آپکے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں" فرمایا "سچ کہتا ہے۔ اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر لحظہ کسی نہ کسی حکم فرمائی میں ہے۔ اگر اُس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اُس کی ستائش کریں گے۔ اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے"

یہ کہا اور سواری آگے بڑھائی۔ (ایضاً)

مسلم بن عقیل کے عزیزوں کی ضد

زرود نام مقام میں پہونچکر معلوم ہوا کہ آپکے نائب مسلم بن عقیل کو کوفہ میں یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے علانیہ قتل کر دیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آپنے سُنا تو بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون! پڑھنا شروع کیا۔ بعض ساتھیوں نے کہا:

"اب بھی وقت ہے۔ ہم آپکے اور آپکے اہل بیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ لہذا یہیں سے لوٹ چلئے۔ کوفہ میں آپ کا کوئی ایک بھی طرفدار اور مددگار نہیں ہے۔ سب آپکے خلاف کھڑے ہو جائیں گے"

آپ خاموش ہو گئے، اور واپسی پر غور کرنے لگے لیکن مسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہو گئے "واللہ ہم ہرگز نہ ٹلیں گے" اُنھوں نے کہا "ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے" اسپر آپ نے ساتھیوں کو نظر اُٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لیکر کہا "ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں" (ایضاً)

راستہ میں بھیڑ چھنٹ گئی

بدوؤں کی ایک بھیڑ آپکے ساتھ ہو گئی تھی۔ یہ سمجھتے تھے کوفہ میں خوب آرام کرینگے۔ آپ اُنکی حقیقت سے واقف تھے۔ سب کو جمع کرکے خطبہ دیا۔

"اے لوگو! ہمیں نہایت وحشتناک خبریں پہونچی ہیں۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ، اور عبد اللہ بن بقطر قتل کر ڈالے گئے، ہمارے طرفداروں نے بیوفائی کی۔ کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے۔ ہم ہرگز خفا نہ ہونگے"

بھیڑ نے یہ سُنا تو دائیں بائیں کٹنا شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپکے گرد وہی آدمی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے! (ایضاً)

حُر بن یزید کی آمد

قادسیہ سے جوں ہی آگے بڑھے، عبید اللہ بن زیاد والی عراق کے عامل حصین بن نمیر تمیمی کی طرف سے حُر بن یزید ایک ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا اور ساتھ ہو لیا۔ اسے حکم تھا کہ حضرت حسین کے ساتھ برابر لگا رہے، اور اُسوقت تک پیچھا نہ چھوڑے، جب تک اُنھیں عبید اللہ بن زیاد کے روبرو نہ پہنچا دے۔ اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ آپ تہ بند باندھے، چادر اوڑھے، نعل پہنے تشریف لائے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حُر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا:

راہ میں ایک خطبہ

"اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمھارے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے پاس تمھارے خطوط پہنچے، قاصد آئے، مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ آئے تاکہ خدا ہمیں آپکے ہاتھ پر جمع کر دے۔ اگر اب بھی تمھاری یہی حالت ہے تو میں آ گیا ہوں۔ اگر مجھ سے عہد و پیمان کرنے کے لئے طیار ہو جن پر میں مطمئن ہو جاؤں، تو میں تمھارے شہر میں چلنے کو آمادہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو، تو میں وہیں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں"

دشمنوں نے آپکے پیچھے نماز پڑھی

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد لوگ مؤذن سے کہنے لگے "اقامت پکارو" حضرت حسین نے حُر بن یزید سے کہا "کیا تم علحدہ نماز پڑھو گے؟" اُسنے کہا "نہیں، آپ امامت کریں، ہم آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھیں گے"

وہیں عصر کی بھی نماز پڑھی۔ دوست دشمن سب مقتدی تھے۔ سلام کے بعد آپنے پھر خطبہ دیا:

دوسرا خطبہ

"اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر رہو اور حقدار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ ہم اہل بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ اِن لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ یہ تمپر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرو، ہمارا حق نہ پہچانو، اور تمھاری رائے اب اُس کے خلاف ہو گئی ہو، جو تم نے مجھے اپنے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچائی تھی؛ تو میں واپس چلے جانے کے لئے بخوشی طیار ہوں"

اہل کوفہ کے خطوط

اسپر حُر نے کہا "آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں؟ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں"

آپنے عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے اُنڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اسپر حُر نے کہا "لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنھوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپکو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں" حضرت امام نے فرمایا "لیکن یہ موت سے پہلے ناممکن ہے"

پھر آپنے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپنے خفا ہو کر حُر سے کہا "تیری ماں تجھے روئے! تو کیا چاہتا ہے؟" حُر نے جواب دیا "واللہ اگر آپکے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پر لاتا تو میں اُسے بتا دیتا! لیکن آپ کی ماں کا ذکر میری زبان پر بُرائی کے ساتھ نہیں آ سکتا" آپنے فرمایا "پھر تم کیا چاہتے ہو؟" اُسنے کہا "میں آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیجانا چاہتا ہوں" آپنے جواب دیا "تو واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا" اُسنے کہا "واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا" جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حُر نے کہا "مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپکو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ اگر پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبید اللہ کو لکھئے۔ شاید خدا میرے لئے کوئی مخلصی کی صورت پیدا کر دے، اور آپکے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں" یہ بات آپنے منظور کر لی اور روانہ ہوئے۔ (ابن جریر اور کامل وغیرہ)

ایک اور خطبہ

راستہ میں کئی اور مقامات پر بھی آپنے دوستوں اور دشمنوں کو مخاطب کیا۔ مقام بیضہ میں خطبہ دیا:

"اے لوگو! رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے: جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے، خدا کی قائم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے، عہد الٰہی شکست کرتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر

تاریخ راجگانِ ہند

موسوم بہ

وقائع راجستان

یہ کتاب نہیں بلکہ کشور ہندوستان کے لئے ایک آئینہ جہاں نما ہے۔ اسمیں جملہ ہنود اقوام و ملل خصوصاً سرزمین ہند کی سرمایۂ ناز بہادر قوم "راجپوت" اور اسکی مختلف شاخوں کا مفصل و مستند بیان از ابتدا تا انتہا موجود ہے۔ یہ ایک نگارخانہ ہے جسمیں اُن غیر قوموں کی جیتی جاگتی اور سچی تصویریں نظر آتی ہیں جو اقلیم سندھ میں بیرونجات سے آئیں، اصلی باشندگان ہند کو مغلوب کر کے اقطاع ملک پر قابض ہو گئیں اور ہندوستان میں رہکر "ہندو" کہلانے لگیں۔ یہ ایک مرقع ہے جسمیں مسلمانوں کی آمد اُنکے اقبال و زوال کی کیفیت اور ان کی سلطنت کے سقوط کا مفصل حال درج ہے یہ ایک آئینہ ہے جسمیں رزم و بزم جدال و قتال روایات و رسوم۔ تاریخی و جغرافیائی حالات وغیرہ وغیرہ تا زمانۂ حال بیان کئے گئے ہیں۔ الغرض یہ کہ یہ ضخیم کتاب ایک نادر الوجود اور بیش بہا البم ہے۔ کرنیل ٹاڈ اور دیگر مورخین کی غلط بیانیوں کی فاضل و محقق مؤلف نے نہایت شرح و بسط اور دلائل قاطعہ سے اصلاح و تردید فرمائی۔ اس بے نظیر کتاب کا ماخذ ریاست عالیہ الور امیرو کا بیش بہا کتبخانہ ہے اور دیگر ریاستوں کے کتبخانوں اور ان دستی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جو خزانوں میں محفوظ ہیں۔ علما و وکلا۔ مدرسین و مبلغین کے لئے یہ نادر کتاب معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو حالات تاریخی و جغرافیائی روایات و رسوم و عقائد و توہمات اسمیں درج ہیں وہ کسی ایک کتاب میں ہرگز نہیں مل سکتے۔

والیان ریاست تعلقداران، امرا و رؤسا کے کتبخانے بغیر اس بے نظیر کتاب کے ہرگز مکمل نہیں کہلا سکتے۔ فی زمانہ پُرانی باتوں پر جو نیا رنگ چڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے اسکی قلعی کھولنے کے لئے یہ کتاب ایک زبردست آلہ اور الزامی جواب دینے کے لئے ایک مہلک حربہ ہے۔ تقطیع بڑی صفحات ۶۲۰

قیمت صرف مبلغ لعہ رعایتی صہ

آج ہی کارڈ لکھ کر منیجر ہمدم بک ایجنسی لکھنؤ سے منگائیے

دُنیا کی بہترین پنسل

امریکن کارخانہ "شیفر"

کی

"لائف ٹائم" پنسل ہے

اسلئے کہ

(۱) "لائف ٹائم" یعنے عمر بھر کے لئے کافی ہے۔

(۲) اُسکا خول اسقدر خوشنما اور دیدہ زیب ہے کہ دُنیا کی کوئی پنسل خوبصورتی میں اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(۳) ارزانی میں بھی تمام قسموں کی پنسلوں کا مقابلہ کرتی ہے

یاد رکھئے

آپکو "لائف ٹائم" پنسل خریدنی ہے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ

آپ کو ایک مستند اور آخرین رہنما

(گائیڈ بک)

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں
ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،
قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے
آپ کو مطلع کر دے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی
جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر
ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف
ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

THE DUNLOP
GUIDE
TO GREAT BRITAIN

کا دوسرا ایڈیشن ہے
ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے
بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

الہلال کی مکمل (قدیم) جلدیں

گاہے گاہے باز خواں این قصۂ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

الہلال کی پہلی اور دوسری اشاعت کی جلدوں کے لئے شائقین علم و ادب مشتاق تھے - چند جلدیں جو دفتر مہیا کرسکا ہے حسب ذیل قیمت پر بھیجی جاسکتی ہیں :

الہلال جلد سوم
" جلد چہارم — قیمت فی جلد ۸ - روپیہ
" جلد پنجم

البلاغ (یعنی الہلال کا دوسرا سلسلہ اشاعت) ۵ روپیہ - (منیجر الہلال)

اگر آپ کو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی
شکایت ہے، تو تامل نہ کیجیے - اپنے
سے قریب دوا فروش کی دکان
سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر
استعمال کیجیے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دنیا میں بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجیے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو
آپ کو "شیفر" کا
"لائف ٹائم"
لینا چاہیے!

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں، تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350: Oxford Street,
LONDON, W. I.

جو
دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور
جسے مَلک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے۔

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ۔

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی، دونوں طرح کی کتابیں۔

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے۔

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے۔

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ۔

قیمتی سے قیمتی، اور سستے سے سستے ایڈیشن۔

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

ہمارے یہاں سے
ہر چھے ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شائع ہوا کرتی ہے۔

گناہ اور سرکشی سے حکومت کرتا ہو، اور دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اُس کی مخالفت کرتا ہو، نہ اپنے قول سے، سو خدا ایسے آدمی کو اچھا ٹھکانا نہیں بخشیگا۔ دیکھو، یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں، رحمن سے سرکش ہوگئے ہیں۔ فساد ظاہر ہے، حدود الٰہی معطل ہیں، مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے، خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھرایا جا رہا ہے۔ میں اِن کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ تمھارے بے شمار خطوط اور قاصد میرے پاس پیام بیعت لیکر پہنچے۔ تم عہد کر چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی کروگے۔ نہ مجھے دشمنوں کے حوالے کروگے۔ اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمھارے لئے راہِ ہدایت ہے۔ کیونکہ میں حسین ابن علی، ابن فاطمہ، رسول اللہ کا نواسہ ہوں۔ میری جان تمھاری جان کے ساتھ ہے۔ میرے بال بچے تمھارے بال بچوں کے ساتھ ہیں۔ مجھے اپنا نمونہ بناؤ۔ اور مجھ سے گردن نہ موڑو لیکن اگر تم یہ نہ کرو، بلکہ اپنا عہد توڑ دو، اور اپنی گردن سے میری بیعت کا حلقہ نکال پھینکو، تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ تم میرے باپ، بھائی، اور عم زاد مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ ہے جو تم پر بھروسہ کرے۔ لیکن یاد رکھو، تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ اور اب بھی اپنا ہی نقصان کروگے۔ تم نے اپنا حصہ کھودیا! اپنی قسمت بگاڑ دی۔ جو بدعہدی کرے گا، خود اپنے خلاف بدعہدی کرے گا۔ عجب نہیں خدا عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کردے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ» (ابن جریر وکامل وغیرہ)

ایک اور تقریر

ایک دوسری جگہ یوں تقریر فرمائی:

«معاملہ کی جو صورت ہوگئی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا، منہ پھیرلیا، نیکی سے خالی ہوگئی۔ ذرا سی تلچھٹ باقی ہے، حقیر سی زندگی رہ گئی ہے۔ ہولناکی نے احاطہ کرلیا ہے۔ افسوس تم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے؟ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے؟ کوئی نہیں جو اُس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آگیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں لقاء الٰہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت ہی کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جرم ہے»

زہیر کا جواب

یہ خطبہ سُنکر زہیر بن القین البجلی نے کھڑے ہوکر لوگوں سے کہا «تم بولو گے یا میں بولوں؟» سب نے کہا «تم بولو» زہیر نے تقریر کی:

«اے فرزند رسول اللہ! خدا آپکے ساتھ ہو! ہم نے آپکی تقریر سُنی۔ واللہ، اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہو، اور ہم سدا اُس میں رہنے والے ہوں، جب بھی آپ کی حمایت و نصرت کے لئے اُس کی جدائی گوارا کرلیں گے اور ہمیشہ کی زندگی پر آپکے ساتھ مرجانے کو ترجیح دیں گے!» (ایضاً)

حُر کی دہمکی کا جواب

حُر بن یزید آپکے ساتھ برابر چلا آرہا تھا۔ بار بار کہتا تھا «اے حسین! اپنے معاملہ میں خدا کو یاد کیجئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ جنگ کریں گے تو ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے» ایک مرتبہ آپنے غضبناک ہوکر فرمایا «تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تمھاری شقاوت اس حد تک پہنچ جائے گی کہ مجھے قتل کردوگے؟ سمجھ میں نہیں آتا تجھے کیا جواب دوں؟ لیکن میں وہی کہوں گا جو رسول اللہ کے ایک صحابی نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دہمکی سُنکر کہا تھا:

سأمضی وما بالموت عار علی الفتی   اذا ما نوی حقاً وجاہد مسلماً!

(میں روانہ ہوتا ہوں، مرد کے لئے موت، ذلت نہیں ہے جبکہ اُس کی نیت نیک ہو اور اسلام کی راہ میں جہاد کرنیوالا ہو)

وآسی الرجال الصالحین بنفسہ   وفارق مثبوراً یغش ویرغما

(اور جبکہ اپنی جان دیکر صالحین کا مددگار ہو اور دغاباز، ظالم، ہلاک ہونے والے سے جدا ہو رہا ہو) (ایضاً)

چار کوفیوں کی آمد

عذیب الہجانات نام مقام پر کوفہ سے ۴ سوار آتے دکھائی دیے۔ اُن کے آگے آگے طرماح بن عدی یہ اشعار پڑہ رہا تھا:

یا ناقتی لا تذعری من زجری   وشمری قبل طلوع الفجر

(اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ سے ڈر نہیں۔ طلوع فجر سے پہلے ہمت کرکے چل!)

بخیر رکبان وخیر سفر   حتی تحلی بکریم النجر

(سب اچھے مسافروں کو لے چل، سب اچھے سفر پر چل، یہاں تک کہ شریف النسب آدمی تک پہنچ جا)

الماجد الحر، رحیب الصدر   اتی بہ اللہ لخیر امر!

(وہ عزت والا ہے، آزاد ہے، فراخ سینہ ہے، اللہ اُسے سب اچھے کام کے لئے لایا ہے!)

ثمت ابقاہ بقاء الدہر!

(خدا اُسے ہمیشہ سلامت رکھے!)

حضرت حسین نے یہ شعر سنے تو فرمایا «واللہ مجھے یہی امید ہے کہ خدا کو ہمارے ساتھ بھلائی منظور ہے، چاہے قتل ہوں یا فتحیاب ہوں»

حُر بن یزید نے ان لوگوں کو دیکھا تو حضرت سے کہا «یہ لوگ کوفہ کے ہیں۔ آپکے ساتھی نہیں ہیں۔ میں انہیں روکوں گا یا واپس کردونگا» آپنے فرمایا «تم وعدہ کر چکے ہو کہ ابن زیاد کا خط آنے سے پہلے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کروگے۔ یہ اگرچہ میرے ساتھ نہیں آئے، لیکن میرے ہی ساتھی ہیں۔ اگر ان سے چھیڑ چھاڑ کروگے تو میں تم سے لڑوں گا» یہ سُنکر حُر خاموش ہوگیا۔

کوفہ والوں کی حالت

آنے والوں سے آپنے پوچھا «لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو؟» اُنھوں نے جواب دیا «شہر کے سرداروں کو رشوتیں دیکر ملا لیا گیا ہے۔ عوام کے دل آپکے ساتھ ہیں مگر اُن کی تلواریں کل آپکے خلاف نیام سے باہر نکلیں گی» (ایضاً)

آپکے قاصد کا قتل

اس سے پہلے آپ قیس بن مسہر کو بطور قاصد کے کوفہ بھیج چکے تھے۔ عبیداللہ بن زیاد نے اُنھیں قتل کر ڈالا تھا۔ مگر آپ کو اطلاع نہ تھی۔ ان لوگوں سے قاصد کا حال پوچھا۔ اُنھوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپکی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، اور فرمایا: منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر، وما بدلوا تبدیلا! (بعض ان میں سے مر چکے ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں مگر حق پر ثابت قدم ہیں، اُنمیں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے) خدایا! ہمارے لئے اور اُن کے لئے جنت کی راہ کھول دے! اپنی رحمت اور ثواب کے دار القرار میں ہمیں اور اُنھیں جمع کر!»

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی نے کہا:

«واللہ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں مگر آپکے ساتھ کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ اگر صرف یہی لوگ ٹوٹ پڑیں جو آپکے پیچھے لگے ہوئے ہیں تو خاتمہ ہوجائے۔ میں نے اتنا بڑا انبوہ آدمیوں کا کوفہ کے عقب میں دیکھا ہے، جتنا کسی ایک مقام پر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب اس لئے جمع کئے گئے ہیں کہ آپ حسین سے لڑیں! میں آپکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک بالشت بھی آگے نہ بڑہیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں دشمنوں سے بالکل امن ہو تو میرے ساتھ چلے چلئے۔ میں اپنے پہاڑ «آجا» میں آپ کو اُتاروں گا۔ واللہ وہاں دس دن بھی نہ گزریں گے کہ قبیلۂ طے کے ۲۰ ہزار بہادر تلواریں لئے آپکے سامنے کھڑے ہو جائینگے۔ واللہ جب تک اُن کے دم میں دم رہیگا، آپ کی طرف کوئی آنکھ اُٹھاکر نہ دیکھ سکے گا»

آپنے جواب دیا:

«خدا تمھیں جزاء خیر دے، لیکن ہمارے اور ان کے مابین ایک عہد ہوچکا ہے۔ ہم اُس کی موجودگی میں قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا، ہمارا اِن کا معاملہ کس حد پر پہنچکے ختم ہوگا؟» (ایضاً)

خواب

اب آپ کو یقین ہوچلا تھا کہ موت کی طرف جا رہے ہیں۔ «قصر بنی مقاتل» نامی مقام سے کوچ کے وقت آپ اونگھ گئے تھے۔ پھر چونک کر باواز بلند کہنے لگے «انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحمد للہ رب العالمین» تین مرتبہ یہی فرمایا۔ آپکے صاحبزادے علی نے عرض کیا «یہ انا للہ اور الحمد للہ کیوں؟» فرمایا «جان پدر! ابھی اونگھ گیا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار کہتا چلا جا رہا ہے «لوگ چلتے ہیں اور موت اُنکے ساتھ چلتی ہے!» میں سمجھ گیا کہ یہ ہماری ہی موت کی خبر ہے جو ہمیں سنائی جا رہی ہے» علی نے کہا «خدا آپ کو روزِ بد نہ دکھائے! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟» فرمایا «بیشک ہم حق پر ہیں» اس پر وہ بے اختیار کہہ اُٹھے: «اگر ہم حق پر ہیں تو پھر موت کی کوئی پرواہ نہیں!»

یہ وہی آپکے صاحبزادے ہیں جو میدان کربلا میں شہید ہوئے اور علی الاکبر کے لقب سے مشہور ہیں (ابن جریر۔ شرح نہج البلاغہ۔ امالی سید مرتضیٰ وغیر ذالک)

ابن زیاد کا خط

صبح آپ پھر سوار ہوئے۔ اپنے ساتھیوں کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر حُر بن یزید اُنھیں پھیلنے سے روکتا تھا۔ باہم دیر تک کشمکش جاری رہی۔ آخر کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ یہ ہتیار بند تھا۔ حضرت حسین کی طرف سے اُسنے منہ پھیرلیا، مگر حُر کو سلام کیا، اور ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

«حسین کو کہیں ٹھکنے نہ دو۔ کھلے میدان کے سوا کہیں اُترنے نہ پائے۔ قلعہ بند یا شاداب مقام میں پڑاؤ نہ ڈال سکے۔ میرا یہ قاصد تمھارے ساتھ رہیگا اور دیکھتا رہیگا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو»

حُر نے خط کے مضمون سے حضرت امام کو آگاہ کیا اور کہا «اب میں مجبور ہوں۔ آپکو بے آب گیاہ کھلے میدان ہی میں اُترنے کی اجازت دے سکتا ہوں» زہیر بن القین نے حضرت سے عرض کیا «اِن لوگوں سے لڑنا اُس فوج گراں سے لڑنے کے مقابلہ میں کہیں آسان ہے جو بعد میں آئے گی» مگر آپنے لڑنے سے انکار کردیا «میں اپنی طرف سے لڑائی میں پہل نہیں کروں گا» زہیر نے کہا «تو پھر اُس سامنے کے گاؤں میں چل کر اُتر پڑیے جو فرات کے کنارے ہے اور قلعہ بند ہوجائیے» آپ نے پوچھا «اُس کا نام کیا ہے؟» زہیر نے کہا «عقر» (عقر کے معنی ہیں کاٹنا یا بے ثمر و نتیجہ ہونا) یہ سُنکر آپ منقبض ہوگئے اور کہا «عقر سے خدا کی پناہ!» (ایضاً)

کربلا میں ورود

آخر آپ ایک اُجاڑ سرزمین پر پہنچکے اُتر پڑے۔ پوچھا «اس زمین کا نام کیا ہے؟» معلوم ہوا «کربلا» آپنے فرمایا «یہ کرب اور بلا ہے!» یہ مقام پانی سے دور تھا۔ دریا میں اور اُسمیں ایک پہاڑی حائل تھی۔ (الامامۃ والسیاسۃ)

یہ واقعہ ۲ محرم سنہ ۶۱ ہجری کا ہے۔

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفہ والوں کی ۴ ہزار فوج لیکر آپہونچا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمرو کی خواہش تھی کسی طرح اس امتحان سے بچ نکلے اور معاملہ رفع دفع ہوجائے۔ اُسنے آتے ہی حضرت حسین کے پاس قاصد بھیجا اور دریافت کیا، آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپنے وہی جواب دیا جو حر بن یزید کو دے چکے تھے: "تمھارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا۔ اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں لوٹ جانے کے لئے طیار ہوں"

ابن زیاد کی سختی

عمر بن سعد کو اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائے گی۔ چنانچہ فوراً عبید اللہ بن زیاد کو خط لکھا۔ خط پڑھ کر ابن زیاد نے کہا:

اَلآن اذ علقت مخالبنا بہ یرجو النجاۃ، ولات حین مناص

(اب کہ ہمارے پنجے میں آپھنسا ہے، چاہتا ہے نجات پائے مگر اب واپسی اور نکل بھاگنے کا وقت نہیں رہا!)

پھر جواب لکھوایا:

"حسین سے کہو پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حسین اور انکے ساتھیوں تک پانی نہ پہونچنے پائے۔ وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں جس طرح عثمان بن عفان پانی سے محروم رہے تھے"

پانی پر تصادم

عمر بن سعد نے مجبوراً پانسو سپاہی گھاٹ کی حفاظت کے لئے بھیجدئے اور آپ اور آپکے ساتھیوں پر پانی بند ہوگیا۔ اسپر آپنے اپنے بھائی عباس بن علی کو حکم دیا کہ ۳۰ سوار اور ۲۰ پیدل لے کر جائیں اور پانی بھر لائیں۔ یہ پہنچے تو محافظ دستے کے افسر عمرو بن الحجاج نے روکا۔ باہم مقابلہ ہوا، لیکن آپ بیس مشکیں پانی کی بھر لائے۔

عمر بن سعد سے ملاقات

شام کو حضرت حسین نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا آج رات مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں بیس بیس سوار لیکر اپنے اپنے پڑاؤ سے نکلے اور ایک درمیانی مقام میں ملے۔ تخلیہ میں بہت رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں۔ راوی کہتا ہے گفتگو بالکل خفیہ تھی لیکن لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ حضرت امام نے عمر سے کہا تھا "ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس روانہ ہوجائیں" عمر نے کہا "اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر کھدوا ڈالا جائیگا" آپنے فرمایا "میں بنا دوں گا" عمر نے کہا "میری تمام جائداد ضبط کرلی جائے گی" آپنے فرمایا "میں اپنی حجاز کی جائداد سے اس کا معاوضہ دیدونگا" مگر عمر نے منظور نہیں کیا۔ (ابن جریر وغیرہ)

تین شرطیں

اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں آپنے تین صورتیں پیش کی تھیں:

(۱) مجھے وہیں لوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

(۲) مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کرلینے دو۔

(۳) مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیجدو۔ وہاں کے لوگوں پر جو گزرتی ہے وہی مجھ پر بھی گزرے گی"

عمر کا خط

بار بار کی گفتگو کے بعد عمر بن سعد نے ابن زیاد کو پھر لکھا:

"خدا نے فتنہ ٹھنڈا کردیا۔ پھوٹ دور کردی۔ اتفاق پیدا کردیا۔ امت کا معاملہ درست کردیا۔ حسین مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کے لئے طیار ہیں ...... اس میں تمھارے لئے بھی بھلائی ہے اور امت کے لئے بھی بھلائی ہے"

شمر کی مخالفت

ابن زیاد نے خط پڑھا تو متاثر ہوگیا۔ عمر بن سعد کی تعریف کی اور کہا "میں نے منظور کیا" مگر شمر بن ذی الجوشن نے مخالفت کی اور کہا "اب کہ حسین قبضہ میں آچکے ہیں اگر بغیر آپکی اطاعت کے نکل گئے، تو عجب نہیں عزت و قوت حاصل کرلیں اور آپ کمزور و عاجز قرار پائیں۔ بہتر یہی ہے کہ اب اُنھیں قابو سے نکلنے نہ دیا جائے جب تک وہ آپ کی اطاعت نہ کرلیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین اور عمر باہم رات رات بھر سرگوشیاں کیا کرتے ہیں"

ابن زیاد کا جواب

ابن زیاد نے یہ رائے پسند کرلی اور شمر کو خط دیکر بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ اگر حسین مع اپنے ساتھیوں کے اپنے آپکو ہمارے حوالے کردیں تو لڑائی نہ لڑی جائے اور اُنھیں صحیح و سالم میرے پاس بھیجدیا جائے۔ لیکن اگر وہ یہ بات منظور نہ کریں تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں۔ شمر سے کہدیا کہ اگر عمر بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا، جب تو تم اس کی اطاعت کرنا، ورنہ چاہئے کہ اُسے ہٹا کر خود فوج کی ریاست اپنے ہاتھ میں لے لینا اور حسین کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدینا۔

ابن زیاد کے اس خط میں عمرو کو سخت تہدید بھی کی گئی تھی:

"میں نے تمھیں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ حسین کو بچاؤ، اور میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو، میرا حکم صاف ہے اگر وہ اپنے آپکو حوالے کردیں تو صحیح و سالم میرے پاس بھیجدو۔ لیکن اگر انکار کریں تو پھر بے تامل حملہ کرو، خون بہاؤ، لاش بگاڑو۔ کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ قتل کے بعد اُن کی لاش گھوڑوں سے روندڈالنا کیونکہ وہ باغی ہیں اور جماعت سے نکل گئے ہیں۔ میں نے عہد کرلیا ہے کہ اگر قتل کروں گا تو یہ ضرور کروں گا۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام و اکرام کے مستحق ہوگے۔ نافرمانی کی تو معزول کئے جاؤ گے" (ابن جریر وغیرہ)

شمر بن ذی الجوشن اور حضرت حسین

شمر بن ذی الجوشن کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ اسکی پھوپھی ام البنین بنت حزام امیر المومنین علی علیہ السلام کی زوجیت میں تھیں اور اُنھی کے بطن سے اُن کے چار صاحبزادے: عباس، عبد اللہ، جعفر، اور عثمان پیدا ہوئے تھے جو اس معرکہ میں امام حسین کے ساتھ تھے۔ اس طرح شمر اِن چاروں کا اور اِنکے واسطے سے حضرت امام کا پھوپھیرا بھائی تھا۔ اِسنے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اُس کے اِن عزیزوں کو اماں دیدی جائے اور اُسنے منظور کرلیا تھا۔ چنانچہ اُسنے میدان میں چاروں صاحبزادوں کو بلا کر کہا "تم میرے ننھیالی ہو، تمھارے لئے میں نے امن و سلامتی کا سامان کرلیا ہے" لیکن انھوں نے جواب دیا "افسوس تجپر، تم ہمیں تو اماں دیتے ہو لیکن فرزند رسول اللہ کے لئے اماں نہیں ہے!"

شمر نے ابن سعد کو حاکم کوفہ کا خط پہونچا دیا اور وہ طوعاً و کرہاً بخوف عزل آمادہ تعمیل ہوگیا۔ (ایضاً)

فوج کی ابتدائی حرکت

نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی جب قریب پہونچا تو حضرت عباس بیس سواروں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عمر نے ان سے کہا کہ ابن زیاد کا جواب آگیا ہے اور اُس کا مضمون یہ ہے۔ عباس واپس لوٹے کہ حضرت حسین کو اس کی اطلاع دیں۔ اس اثنا میں فریقین کے بعض پُرجوش آدمیوں میں جو رد و کد ہوئی اسے راویوں نے محفوظ رکھا ہے۔

دونوں فوجوں میں باہمی ردوکد

حضرت امام کے طرفداروں میں سے حبیب بن مظاہر نے کہا "خدا کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہوں گے جو اُس کے حضور اس حالت میں پہنچیں گے کہ اُس کے نبی کی اولاد اور اس شہر (کوفہ) کے تہجد گزار عابدوں کے خون سے اُن کا ہاتھ رنگین ہوگا" ابن سعد کی فوج میں سے عزرہ بن قیس نے جواب دیا "شاباش! اپنی خوب بڑائی کرو۔ پیٹ بھر کے اپنی پاکی کا اعلان کرو" زہیر بن القین نے کہا "اے عزرہ! خدا ہی نے اِن نفسوں کو پاک کردیا ہے اور ہدایت کی راہ دکھائی ہے۔ خدا سے ڈر، اور اِن پاک نفسوں کے قتل میں گمراہی کا مددگار نہ بن" عزرہ نے جواب دیا "اے زہیر! تم تو اِس خاندان کے حامی نہ تھے۔ کیا آج سے پہلے تک تم عثمانی (حضرت عثمان کے حامی) نہ تھے؟" زہیر نے کہا "ہاں یہ سچ ہے۔ میں نے حسین کو کبھی کوئی خط نہیں لکھا نہ کبھی کوئی قاصد بھیجا۔ لیکن سفر نے ہم دونوں کو جمع کردیا ہے۔ میں نے اُنھیں دیکھا تو رسول اللہ یاد آگئے اور رسول اللہ کی اِن سے محبت یاد آگئی۔ میں نے دیکھا یہ کتنے قوی دشمن کے سامنے جارہے ہیں۔ خدا نے میرے دل میں انکی محبت ڈال دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں اِن کی مدد کروں گا اور اللہ اور اُس کے رسول کے اُس حق کی حفاظت کروں گا جسے تم نے ضایع کردیا ہے"

امام حسین کو جب ابن زیاد کے خط کا مضمون معلوم ہوا تو اُنھوں نے کہا "اگر ممکن ہو تو آج انھیں ٹال دو، تاکہ آج رات اور اپنے رب کی نماز پڑھ لیں، اُس سے دعا کریں، مغفرت مانگیں، کیونکہ وہ جانتا ہے میں اُس کی عبادت کا دلدادہ، اُس کی کتاب کا پڑھنے والا، اُس سے بہت دعا و استغفار کرنے والا ہوں" چنانچہ یہی جواب دیا گیا اور فوج واپس گئی (ابن جریر و یعقوبی)

(باقی آئندہ)

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹ء میں جس قدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲؍)

منیجر الہلال کلکتہ

امام ابن تیمیہ کے تازہ ترین رسالے

شیخ الاسلام کے حسب ذیل رسالوں کا ترجمہ مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کے قلم سے حال ہی میں شایع ہوا ہے۔ قابل دید رسالے ہیں:

(۱) مجذوب: شریعت میں مجذوب کا کیا حکم ہے؟ وہ ولی اللہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ قیمت ۴؍ (۲) حسین و یزید: تاریخ اسلام کی یہ سب سے زیادہ پیچیدہ گتھی سلجھا کر رکھدی ہے قیمت ۵؍ (۳) صداقت رسول: پوری سیرت نبوی اس طرح سمیٹ کر جمع کردی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھ جاتا ہے قیمت ۴؍ (۴) مناظرۂ ابن تیمیہ: صوفیوں سے بادشاہ کے سامنے عظیم الشان مباحثہ ہوا تھا خود شیخ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے قیمت ۳؍

منیجر "ہند بک ایجنسی" پوسٹ بکس نمبر ۱۰۲۰۵۔ بالی گنج، کلکتہ

برید شرق

مکتوب چین

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم شنگھائی کے قلم سے)

چین کے بڑے سپہ سالار

قدیم چینی مثل ہے "فوج جمع کرلینا آسان ہے مگر اُس کے لئے سپاہ مہیا کرنا مشکل ہے" یہ مثل چین پر مدت سے صادق آرہی ہے۔ چین میں قحط الرجال ہے۔ بڑے آدمی کم پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن اسوقت خلاف عادت چند ایسے آدمی پیدا ہوگئے ہیں جو دُنیا کے بڑے بڑے آدمیوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔

"چنگ سولین"

جنگی حیثیت سے چین کا سب سے بڑا آدمی جنرل چنگ سولین سمجھا جاتا ہے۔ یہ شمالی افواج کا سپہ سالار اعظم اور پایۂ تخت پیکن کی حکومت کا مالک ہے۔ اب سے پہلے یہ منچوریا میں قزاقوں کا سردار تھا۔ جنگ بحر کے دَوران میں اُسنے شہرت حاصل کی۔ یہ اُسوقت بھی قزاقوں کی ایک بڑی ٹولی کا سردار تھا۔ یہ لوگ "سرخ داڑھی والے" کہلاتے تھے اور اُن کے نام سے باشندے تھراتے تھے۔ جنگ روس اور جاپان کے زمانہ میں بھی اسنے بہت نام پیدا کیا اور اپنے ڈاکوؤں کے ذریعہ روس کو بہت پریشان کیا۔ اُسوقت سے اسنے جاپان کی سرپرستی حاصل کرلی اور برابر ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۲ء میں منچوریا کا جنگی حاکم بنادیا گیا۔

۱۹۲۲ء میں جنرل "وو، پی، فو" سے اُس کا اختلاف ہوا اور سخت جنگ ہوئی۔ چنگ سولین نے شکست کھائی۔ مگر اُس کی ہمت میں فرق نہیں آیا۔ جاپان کی مدد سے اُسنے پھر قوت حاصل کرلی اور منچوریا میں اپنی کامل خودمختاری کا اعلان کردیا۔

۱۹۲۶ء میں اُسنے "وو، پی، فو" سے صلح کرلی اور دونوں نے ملکر پیکن فتح کیا، نئی حکومت قائم کی، اور صدر جمہوریہ چین کو نکال باہر کیا۔ پھر "وو، پی، فو" کو بھی پیکن سے بے دخل کردیا۔ اب وہ پایۂ تخت کا تنہا مالک ہے۔

"وو، پی، فو"

یہ جنرل صوبہ ہونان کا حاکم ہے۔ یہ صوبہ اپنے رقبہ میں فرانس کے برابر ہے۔ گزشتہ سال اسے دریائے ینگ زی کے کنارے کنٹونیوں نے بہت سخت شکست دی۔ اس کے پاس ڈھائی لاکھ نہایت مسلح منظم فوج موجود تھی۔ مگر قوم پرستوں سے مل گئی۔ یہ تن تنہا میدان سے بھاگنے پر مجبور ہوا۔ لیکن آدمی اولوالعزم تھا۔ فوراً نئی فوج مرتب کرلی۔ اس کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔ یہ کنفوشس مذہب کا عالم اور چینی زبان کا شاعر ہے۔

"سن، شن، فنگ" اور "شنگ، ٹنگ، شنگ"

شمالی چین میں ان دو بڑے سپہ سالاروں کے علاوہ دو اور سپہ سالار بھی بہت مشہور ہیں: ایک مارشل "سن، شن، فنگ" دوسرا مارشل "شنگ، ٹنگ، شنگ"۔ اول الذکر کو کنٹونیوں نے شنگھائی کی دیوار کے نیچے برباد کرڈالا۔ دوسرا اُس کی مدد کو چلا۔ لیکن ناکام ہوکر شمال کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوا۔ یہ شخص اپنی جسمانی قوت کے اعتبار سے پورے چین میں ایک آدمی سمجھا جاتا ہے۔

جنوبی چین (یعنی قوم پرست چین) کی مشہور شخصیتیں حسب ذیل ہیں:

جنرل کے شیک

ڈاکٹر سن یٹ سن کا دست راست تھا۔ کنٹونی فوج کا سپہ سالار تھا۔ لیکن حال ہی میں بعض اختلافات کی بنا پر باغی ہوگیا اور نانکنگ میں اپنی علحدہ حکومت قائم کرلی۔ اپنی جنگی قابلیت، شجاعت، ایثار اور حب الوطنی میں مشہور ہے۔ اس کی فوج میں ایک آسٹرین جنرل "جالنٹز" بھی موجود ہے اور بہت نام پیدا کررہا ہے۔

اوجین چن

کنٹون کا وزیر خارجیہ ہے۔ لندن میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور مدت تک وکالت کرتا رہا۔ پھر کنٹون آیا اور قومی حکومت کے سب سے بڑے سیاسی عہدے پر فائز ہوگیا۔

ایم بروڈین

مشہور روسی کمیونسٹ اور مدبر ہے۔ اس کی پوری زندگی انقلابی افکار پھیلانے میں گزری۔ ۱۹۲۲ء میں انگلستان گیا اور انگریز مزدوروں میں بغاوت پھیلانا چاہی۔ لیکن حکومت نے گرفتار کرکے قید کردیا۔ قید کی مدت ختم ہونے کے بعد ملک بدر کردیا گیا۔ یہ پہلا موقع نہ تھا کہ اُسنے قیدخانہ کی سیر کی۔ بارہا گرفتار اور قید ہوچکا ہے۔ اس وقت کنٹون میں اس سے زیادہ کسی کا اثر نہیں۔ چینی انقلاب میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے اور اب تک اُس کی روح رواں بنا ہوا ہے۔

"ہسوان ٹنگ"

چین کے مشاہیر کے ذکر کے ساتھ ہمیں بے اختیار چین کا معزول نوجوان شہنشاہ "ہسوان ٹنگ" یاد آجاتا ہے۔ اب سے پندرہ برس پہلے جبکہ اُس کی عمر صرف ۴ برس تھی، اپنے آبائی تخت سے معزول کیا گیا۔ اسوقت اس کی عمر ۱۹ برس ہے۔ ٹیانسین میں جاپان کے زیر سایہ مقیم ہے۔ تین سال ہوئے اسنے ایک منچورین شاہزادی سے شادی کرلی ہے اور اب خاموش بیٹھا مستقبل کا انتظار کررہا ہے۔

چونکہ انقلاب چین کے حالات میں وہاں کے مشاہیر کا ذکر آیا کرتا ہے اور ناواقفیت کی وجہ سے لوگ ان کی حیثیت کا اندازہ نہیں کرسکتے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ آج مختصراً اُن شخصیتوں سے آپ کو روشناس کردوں جو موجودہ انقلاب میں زیادہ نمایاں حصہ رکھتے ہیں۔ ادہر چند دنوں کے اندر صورت حال میں جو نئے تغیرات ہوئے ہیں انکی نسبت آئندہ ڈاک کے خط میں بتفصیل لکھوں گا۔

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

عید الاضحیٰ۔ انگورہ کی عید۔ خلق فرقہ سی۔ بیرونی ممالک میں کی حقوقی ٹرکی کی تعمیر۔ ترکستان اور بالشویک۔ ٹرکی اور روس۔ ترکی عورت اور حق انتخاب۔ غازی مصطفٰی کمال پاشا کا سفر آستانہ۔ شورش کا استیصال۔ ایسٹرن ٹیلیگراف کمپنی اور حکومت۔ یہودیوں، یونانیوں اور ارمنیوں میں شادیاں

عید الاضحیٰ

کئی دن سے عید الاضحیٰ کے استقبال کی طیاریاں ہورہی ہیں۔ شہر میں غیر معمولی چہل پہل ہے اور اجنبی سے اجنبی آدمی بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کوئی بڑا اسلامی تہوار قریب آگیا ہے۔ میدان، قربانی کے جانوروں اور اُن کے خریداروں سے پُر نظر آتے ہیں۔ یورپ والوں کے لئے اس سے زیادہ عجیب منظر اور کیا ہوگا کہ جدید ترین فیشن میں ملبوس، ہیٹ لگائے، ترکی عورتیں اور مرد عید کے لئے قربانی کے بھیڑ خرید رہی ہیں اور انھیں اپنی موٹروں پر ساتھ بٹھا کر چلے جارہے ہیں۔ عرفہ کے دن (۹ ذی الحج) تو بازاروں کی یہ حالت تھی کہ خریداروں کے ہجوم سے راہ نہیں ملتی تھی۔ دکانیں آدمیوں سے لبریز تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سال بھر کے لئے پوری خرید فروخت آج ہی ہوجائیگی!

عرفہ کے دن تیسرے پہر ہی سے تمام شہر بن سنور کر دلہن بن گیا۔ جدہر دیکھو جمہوریت ترکی کے ہلالی جھنڈے لہرارہے ہیں، دکانوں پر بھی، مکانوں پر بھی، جہازوں اور بادبانی کشتیوں پر بھی۔ شہر کے تمام جنگی مرکزوں اور قلعوں سے توپیں دغنا شروع ہوئیں، اور انکی مسلسل صداؤں نے باشندوں میں مسرت کا جوش اور بھی زیادہ کردیا۔

عید کے دن صبح تڑکے ہی سے مسجدیں نمازیوں سے لبریز ہوگئیں اور بڑی ہی شان و شوکت سے نماز ادا کی گئی۔ اخبارات کے کالم عید کے مضامین سے پُر تھے۔ نیم سرکاری اخبار "ملیت" نے عید قرباں اور حج کے متعلق ایک طویل مضمون کعبہ اور عرفات وغیرہ کی تصویروں کے ساتھ شائع کیا۔ حج کے روحانی و اجتماعی فوائد بیان کئے۔ اُسے مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع قرار دیا۔ ترکوں کو حج کی ترغیب دی۔ دوسرے اخباروں نے بھی اسی قسم کے مضامین شائع کئے ہیں۔

نماز کے بعد لوگ مسجدوں سے نکلے تو دروازوں پر "اسلامی دارشفقت" کے لڑکوں نے اُن کے سینہ پر پھول لگانا شروع کئے۔ "اسلامی دارشفقت" ایک یتیم خانہ ہے یہ اپنی عمارت کی بلندی و شوکت اور حُسن انتظام کی وجہ سے تمام یورپ میں مشہور ہے۔ اس کے یتیم عید کے دن مسجدوں کے دروازے گھیرے کھڑے تھے۔ ہر نمازی کے کوٹ میں پھول لگادیتے تھے اور وہ کچھ نہ کچھ اُن کے چندہ کے صندوقچہ میں ضرور ڈال دیتا تھا۔

انگورہ کی عید

استنبول کی طرح انگورہ کی عید بھی حسب معمول بہت شاندار تھی۔ غازی مصطفٰی کمال پاشا نے قومی پارلیمنٹ کی عمارت میں لوگوں سے ملاقات کی اور عید کی مبارکباد قبول کی۔ اس کے بعد گھوڑ دوڑ

دیکھنے گئے۔ پہلی دوڑ میں عربی اور ترکی گھوڑے شریک تھے۔ دوسری میں انگریزی نسل کے گھوڑے بھی شامل ہو گئے تھے۔

"خلق فرقہ سی"

"خلق فرقہ سی" قومی جماعت کا نام ہے اور اسوقت ٹرکی میں صرف یہی ایک سیاسی جماعت موجود ہے۔ اس کی سالانہ مؤتمر بھی ہوا کرتی ہے۔ یہ وقت اس کے جلسوں کا تھا۔ مگر انتخابات کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ موجودہ پارلیمنٹ کی مدت جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ نئے انتخابات کے لئے طیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس سال کی قومی مؤتمر کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ اسمیں غازی مصطفےٰ کمال پاشا اپنا وہ طویل و عریض خطبہ سنائیں گے جس کا ٹرکی کے اندر اور باہر مدت سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ اس خطبہ میں موجودہ قومی حکومت کی پوری تاریخ بیان کی جائے گی۔ اس کے سنانے میں کئی دن صرف ہوں گے۔ خیال کیا جاتا ہے یہ خطبہ اپنے موضوع، اسلوب، اور طوالت کے لحاظ سے سیاسی خطبوں کی تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل کریگا۔ اسے خطبہ نہیں، تاریخ کی ضخیم کتاب کہنا چاہئے!

بیرونی ممالک میں ترکی حقوق

ترکی پارلیمنٹ نے حکومت کو اختیار دے دیا ہے کہ جن ملکوں میں ترکوں کی جائدادیں ضبط کی جا رہی ہیں، اُن ملکوں کے باشندوں کی جو جائدادیں ترکی سرزمین میں موجود ہیں، حکومت اُنھیں ضبط کر لے۔

پارلیمنٹ کے اس فیصلہ نے بحث کا دروازہ کھول دیا ہے۔ عام طور پر سوال کیا جا رہا ہے کہ کیا ایسے ممالک موجود ہیں جہاں ترکوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جا رہا ہے؟ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یونان اور یوگوسلاویا میں یہ صورت حال موجود ہے۔

ٹرکی کی نئی تعمیر

امریکن کمپنی "اولن" نے مرسین اور سمسون کی بندرگاہوں کی توسیع کا ٹھیکہ ترکی حکومت سے حاصل کر لیا ہے اور عنقریب کام شروع ہونے والا ہے۔ کمپنی نے کئی ریلوے خطوط جاری کرنے اور کئی نئے شہر آباد کرنے کی بھی درخواست کی تھی۔ مگر چونکہ کافی ضمانت پیش نہ کر سکی اس لئے حکومت نے منظوری دینے سے انکار کر دیا۔

ترکستان اور بالشویک

"ڈینکین" اور "کولچک" کی خونریز بغاوتوں کے بعد اب یورپ کی سرمایہ دار سلطنتیں روسی ترکستان میں ریشہ دوانیاں کر رہی ہیں تاکہ اس ملک کو بالشویکوں کے برخلاف بغاوت پر آمادہ کریں اور سوویٹ جمہوری نظام حکومت درہم برہم کر ڈالیں۔

ہندوستان میں کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ موجودہ ترکی جمہوریت نے دنیا بھر کے لوگوں کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دئے ہیں۔ ہر خیال کے لوگ یہاں جمع ہو سکتے ہیں اور اپنی تحریکیں چلا سکتے ہیں، بشرطیکہ اس ملک کی اندرونی سیاست میں دخل نہ دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ بالشویک روس سے ترکوں کے تعلقات دوستانہ ہیں، تاہم اُنھوں نے ترکستانی بغاوت پسندوں کو اپنے ملک میں رہنے اور روس کے خلاف پروپیگنڈا پھیلانے کی اجازت دیدی ہے۔

ان لوگوں نے "جدید ترکستان" نام ایک اخبار جاری کیا ہے اور مغربی ترکستان میں بغاوت پھیلانی چاہتے ہیں۔ مغربی ترکستان کا رقبہ ۲۷،۰۰۰،۰۰۰ کیلومیٹر اور آبادی ۳۰،۰۰۰،۰۰۰ ہے۔

لیکن باخبر لوگ جانتے ہیں کہ سرمایہ دار سلطنتوں کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوں گی۔ بلاشبہ اُنھیں چند کرائے کے ترکستانی مل گئے ہیں۔ لیکن ملک کی عام آبادی بالشویکوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جس قدر آرام، خوشحالی، اور آزادی اُسے اس عہد میں نصیب ہوئی ہے، اتنی کسی پچھلے زمانہ میں نہیں ہوئی تھی۔ زار کی حکومت اس ملک پر حد درجہ ظلم کیا کرتی تھی۔ ترکی زبان کی تعلیم موقوف تھی۔ تمام مدرسے بند کر دئے گئے تھے۔ دینی کتابوں کی اشاعت ممکن نہ تھی۔ ہزاروں آدمی بے دریغ قتل کئے جاتے تھے مگر بالشویک عہد میں ملک کو پوری اندرونی آزادی حاصل ہو گئی، اور صحیح معنی میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ پھر خود روسیوں کی بھی وہاں ایک بڑی آبادی موجود ہے۔ آخری اعداد و شمار کی رو سے مغربی ترکستان میں ۴ لاکھ روسی آباد ہیں۔ یہ سب جنگجو ہیں، اور اپنی دولت، تعلیم، ترقی کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔

ترکستانیوں کو پناہ دینے کی وجہ سے روس، ٹرکی پر ناراض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ترکی قوانین سے واقف ہے۔ صرف یہی لوگ یہاں نہیں ہیں بلکہ آذربیجان اور "سفید روس" کے بغاوت پسند بھی پہلے سے موجود ہیں اور پوری آزادی سے اپنے خیالات کی اشاعت کر رہے ہیں۔

ٹرکی اور روس

ہم اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس ترکی روسی معاہدے کا ذکر کر چکے ہیں جو ۴ سال کی مسلسل گفت و شنید کے بعد طے پایا ہے۔ اس معاہدے کے متعلق سرکاری طور پر بھی اعلان کیا گیا تھا کہ محض تجارتی معاہدہ ہے۔ لیکن اب، جبکہ روس اور برطانیہ کے تعلقات کی کشیدگی نے جنگ کا احتمال پیدا کر دیا ہے اور ساری دنیا کی نظریں جغرافیائی موقعہ کی وجہ سے ٹرکی پر لگی ہوئی ہیں، اس معاہدے پر سے بھی پردہ اُٹھنے لگا ہے۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ معاہدے کی اصلی شرطیں کیا کیا ہیں؟ لیکن برطانی حلقے اسے سیاسی معاہدہ قرار دیتے اور سخت اندیشوں کا اظہار کر رہے ہیں۔

ترکی اخبار بھی معاہدے پر اظہار رائے کر رہے ہیں۔ قدرتی طور پر ان کی ہمدردیوں کا میلان روس کی طرف ہے۔ اخبار "جمہوریت" نے ایک طویل افتتاحیہ شایع کیا ہے جس میں لکھا ہے:

"گزشتہ چند صدیوں سے خرس روس ہمارا سب سے بڑا اور خونخوار دشمن تھا۔ لیکن اس آخری معاہدے نے دشمنی کی تمام باتیں یک لخت بھلا دی ہیں۔ زار کی حکومت، جنگ عظیم کا سب سے بڑا سبب تھی۔ وہ ٹرکی کی لاش پر اپنی عمارت کھڑی کرنی چاہتی تھی۔ لیکن حرص و طمع نے اُسے ہمیشہ کے لئے کالعدم کر دیا اور انقلاب پرست نوجوان روس نمودار ہو گیا۔ اُسوقت ہم نے دیکھا کہ ہماری دوستی اور حمایت کا جھنڈا اُس کے کاندھوں پر لہرا رہا ہے!

"ترکوں کی تمنا تھی کہ بالشویک روس کامیاب ہو جائے۔ روسیوں کی آرزو تھی کہ ترکی قوم فتحمند ہو جائے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا۔ دشمن مشترک تھا۔ میدان جنگ میں دونوں بھائیوں نے معانقہ کیا اور تلوار کے زور سے اپنی آزادی قائم کر دی۔ یہ حقیقت ہے کہ روس نے عین وقت پر ٹرکی کو برباد ہونے سے بچا لیا۔

"اس صورت حال میں کون خیال کر سکتا ہے کہ ہم ان سرمایہ دار حکومتوں کی دھمکی میں آ کر اپنے دوست سے بیوفائی کرینگے؟ ترکی قوم کی نظر میں مادیت سے زیادہ اخلاق کا وزن ہے۔ ہم ہرگز بیوفائی کا دھبہ اپنی پیشانی پر نہیں لگا سکتے"

صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ بلقان میں بھی اس معاہدہ کی وجہ سے کھلبلی پڑ گئی ہے۔ سب سے زیادہ پریشانی یونان کو ہے۔ ایتھنس کا نیم سرکاری اخبار "برپاہ" لکھتا ہے:

"اس معاہدہ کو معمولی سمجھنا یا اُس سے غفلت برتنا سخت غلطی ہوگی۔ ٹرکی اور روس، دونوں کے ارباب حل و عقد زیادہ سے زیادہ قریب اور باہم وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مستقبل قریب میں اُن کا اتحاد عمل دنیا کی قسمت پر زبردست اثر ڈالنے والا ہے۔ خصوصاً عالم اسلامی کی پوری قسمت اسی اتحاد سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں میں بالشویزم مقبول ہوتا چلا جاتا ہے۔ مسلمان سمجھتے ہیں یورپ کی غلامی سے اُنھیں یہی بھوت نجات دے سکتا ہے۔ ٹرکی کی دوستی، بالشویزم کے لئے بمنزلہ فتح کے ہے۔"

ترکی عورت اور حق انتخاب

موجودہ ترکی انقلاب کی تاثیر و قوت کا سب سے بڑا مظہر، ترکی عورت ہے۔ چند سال پہلے تک ترکی عورت کو ملک کی سیاسی، اجتماعی اور ادبی زندگی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اب سے ۵۰ برس پہلے تو وہ محض ایک بے حقیقت وجود تھی۔ اُسے تعلیم سے جبراً روکا جاتا تھا۔ سخت اور غیر شرعی پردے میں زبردستی رکھا جاتا تھا، اور اُس کے حقوق کے لئے کوئی شنوائی نہ تھی۔

لیکن اب کیا حالت ہے؟ اب حالت یہ ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی ترکی عورت گزشتہ زندگی اختیار کرنے پر راضی ہو سکتی ہے۔ بکثرت عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ شاعر ہیں۔ انشاپرداز ہیں۔ مقرر ہیں۔ ڈاکٹر ہیں ...... لیکن ترکی عورت ابھی درجہ پر قانع نہیں ہے۔ اب وہ ملکی پارلیمنٹ میں انتخاب کا حق بھی مانگتی ہے۔ اس تحریک کی لیڈر انجمن نسواں کی رئیس "نزیہہ محی الدین" خانم ہیں۔ انھوں نے پرسوں اپنا اعلان شایع کیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ عورتوں کو بھی حق انتخاب دیا جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُنھوں نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ آئندہ انتخابات کے موقعہ پر ترکی عورتیں صرف اُنھیں مرد امیدواروں کے لئے کوشش کریں گی، جو عورتوں کے اس حق کے حامی ہونگے!

ترکی قانون اساسی میں تصریح مذکور ہے کہ حق انتخاب صرف مردوں کے لئے ہے۔ ظاہر ہے قانون اساسی کی تبدیلی کے لئے پارلیمنٹ کی اکثریت کو رائے دینا چاہئے۔ عورتیں چاہتی ہیں کہ اس مرتبہ پارلیمنٹ میں اُن کے حامیوں کی اکثریت ہو جائے تاکہ اُن کا مطالبہ پورا ہو سکے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ

بیزنطینہ، قسطنطنیہ، شہنشاہوں کا یہ عظیم شہر، نہیں معلوم عظمت و جلال کے کتنے جلوے دیکھ چکا ہے! روم کی عظمت اُسنے دیکھی، قسطنطین کا جاہ و جلال اُسنے دیکھا، محمد فاتح کا دبدبہ اُسنے دیکھا... مگر وہ ہنوز نئے نئے جلووں کے لئے مضطرب ہے۔ موجودہ عہد کی ایک عظیم شخصیت کے انتظار میں ہے۔ یعنی غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے لئے چشم براہ ہے!

مدت سے قسطنطنیہ کی آرزو تھی کہ غازی ممدوح اُسے اپنی آمد سے مشرف کریں۔ غازی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس شہر میں اُن کا استقبال اتنا شاندار ہوگا، جتنا کبھی کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا ہوا ہوگا۔ مگر اسپر بھی وہ اب تک نہیں آئے۔ حالانکہ اناطولیہ کے ایک ایک گاؤں کا بار بار دورہ کر چکے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ موصوف ٹھوس عمل پسند کرتے ہیں۔ دھوم دھام، شان و شوکت ناپسند کرتے ہیں۔ اناطولیہ اگرچہ ترکی سلطنت کی ریڑھ کی ہڈی ہے، مگر سابق سلاطین نے اُسے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا اور ترقی دینے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ موجودہ ترکی انقلاب کی تمام اُمیدیں اناطولیہ ہی سے وابستہ ہیں۔ اسی لئے غازی کمال پاشا اور اُن کے رفقاء وہیں دورے کرتے رہے اور قومیت اور زندگی کی روح پھونکتے رہے۔ قسطنطنیہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ ٹرکی کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہاں ترکی

انقلاب کے لئے پیشتر سے میدان کھلا ہوا اور اپنا کام کر رہا ہو۔ نئی صدائیں بلند ہوں یا نہ ہوں، قسطنطنیہ یورپ کا ترقی یافتہ شہر ہے۔ یہی وجہ ہو کہ غازی کمال پاشا نے یہاں آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور یہ شہر اب تک اُن کی زیارت سے محروم رہا۔ لیکن اب اُس کی اُمید بر آنے والی ہو۔ غازی تشریف لا رہے ہیں۔ مشہور شاہی محل "بگلربگ" اور "طولمہ باغچہ" کی صفائی ہو رہی ہو۔ موصوف اسی میں اُتریں گے۔ شہر بھر میں استقبال کی عام طیاریاں ہیں۔ وہ چاہتا ہو اس موقعہ پر اپنی عقیدت واخلاص کا ایک تاریخی مظاہرہ کرے۔ امید ہو کہ دو ہفتے بعد غازی کی روانگی کی خبر ہمیں معلوم ہو جائے گی۔ (تازہ تار برقیوں سے معلوم ہوا ہو کہ غازی موصوف قسطنطنیہ پہنچ گئے اور شہر نے عظیم الشان استقبال کیا۔ الہلال)

شورش کا استیصال

ٹرکی کے مشرقی صوبے تمدن سے ہنوز دور ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ ان میں سرکشی اور شورش پسندی زیادہ پائی جاتی ہو۔ وہ موجودہ اصلاحات کے مخالف اور جمہوری عہد کو نامبارک خیال کرتے ہیں۔ پچھلے برسوں انھوں نے بغاوت بھی کر دی تھی، اور حکومت کے لئے شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن حکومت نے بر وقت سرکوبی کر دی اور امن و امان قائم ہو گیا۔

امن امان تو قائم ہو گیا، مگر فساد کی جڑیں بدستور موجود رہیں۔ یہ بہت جلد نشو و نما حاصل کر لے سکتی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر حکومت نے فیصلہ کیا کہ شورش پسند عناصر پوری طرح منتشر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جدید احکام کے مطابق آئندہ ماہ اگست میں ۸۰ خاندان مشرقی صوبوں سے مغربی صوبوں میں منتقل کر دیئے جائیں گے۔ اس سے صرف یہی فائدہ نہیں ہوگا کہ مشرقی صوبوں کا امن مضبوط ہو جائے گا بلکہ خود ان سرکش خاندانوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ متمدن علاقوں میں آکر اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو ضروریات زمانہ کے مطابق بنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مشرقی خبر رسانی کی کمپنی اور حکومت

۱۹۲۴ء میں ترکی حکومت نے یہ کمپنی بند کر دی تھی۔ کیونکہ اُس نے جدید قوانین کے ماتحت، اپنے آپکو رجسٹری کرانے سے انکار کر دیا تھا نیز وہ رقم بھی ادا نہیں کی تھی جو یونانی قبضہ کے دوران میں اُسکے ذمہ واجب الادا تھی۔ لیکن اب کمپنی نے از سر نو درخواست پیش کی ہو اور حکومت کے تمام مطالبے منظور کر لئے ہیں۔ لہذا اُس کا دفتر دوبارہ کھل گیا ہو اور کام شروع ہونے والا ہو۔

اس کمپنی نے ۲۰ سال تک خبریں پہنچانے کا ٹھیکہ لیا ہو۔ سمندر کے نیچے اس کے تار بچھے ہوئے ہیں، اور بڑے بڑے اسٹیشن اڈویسا، قسطنطنیہ، چناق قلعہ، کلیشیا، قاپاتیہ، ساقص میں ہیں۔

ٹھیکہ کی اہم شرط یہ ہو کہ کمپنی کے جملہ ملازم ترک ہوں گے۔ البتہ ماہر فن دوسری قوموں سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اُن کی تعداد کا اوسط دس میں ایک سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ شرط بھی ہو کہ ضرورت کے وقت حکومت کمپنی کے تاروں پر قابض ہو کے خود استعمال کر سکتی ہو۔

یہودیوں، یونانیوں، ارمنیوں میں ازدواج

ترکی حکومت کے جدید قوانین کی رو سے ہر شخص کو حق ہو کہ جس قوم کے فرد سے چاہے شادی کر لے۔ اس سے پہلے نکاح کا معاملہ ہر قوم کے دینی پیشواؤں کے ہاتھ میں تھا۔ اُنکی منظوری اور تصدیق کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب یہ پابندی اُٹھ گئی۔ اب نکاح کی مذہبی رسوم ادا کر لینے اور رجسٹرار کے ہاں نام اور رضامندی ثبت کر دینے سے نکاح قانوناً مکمل ہو جاتا ہو۔ م

مقالات

محرم الحرام ۱۳۴۶ ہجری

نئے ہجری سنہ کا آغاز!

تذکار ہجرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

وحسد تني يا سعد عنها فزدتني
جنونا، فزدني من حديثك يا سعد!

آج جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں، محرم کی تیرہویں تاریخ ہو۔ گویا تیرہ دن اس واقعہ پر گزر چکے ہیں کہ پچھلا ہجری سال ختم ہو چکا اور نیا سال شروع ہو چکا ہو۔ لیکن ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جسنے غور کیا ہوگا کہ اس سال کا اختتام و آغاز میں تاریخ عالم کے کیسے عظیم انقلاب انگیز واقعہ کی یاد پوشیدہ ہے؟ وہ عظیم واقعہ جس کی یاد آوری سے بڑھ کر تاریخ اسلام کے کسی واقعہ میں بھی ہمارے لئے عبرت کی عظمت اور موعظت کی سرچشمگی نہیں تھی، مگر جس واقعہ سے بڑھ کر تاریخ اسلام کا کوئی واقعہ بھی ہماری یادداشت سے دور اور ہمارے دل کی اثر پذیریوں سے مہجور نہیں ہو گیا ہو!

جماعتی حافظہ اور اس کا مزاج

انفرادی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے اخلاق اور سیرۃ (کیرکٹر) کا اندازہ اُس کے حافظہ کی آزمائش سے کر لیا جا سکتا ہو۔ ایک نیک سیرۃ آدمی کے حافظہ میں غیر ضروری اور بُری باتوں کی یادداشت کے لئے کوئی جگہ نہیں نکل سکتی لیکن ضروری اور اچھی باتیں وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔ برخلاف اس کے ایک بد اخلاق آدمی کو کتنی ہی کار آمد اور اچھی باتیں سنائی جائیں لیکن اُس کے حافظہ میں اُن کے لئے کوئی جگہ نہیں نکلے گی۔ وہ صرف بیکار اور بُری باتیں ہی یاد رکھ سکتا ہو۔

یہی حال جماعتوں اور قوموں کے دماغ کا بھی ہو۔ اُنکے ادبار و تنزل کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہوتی ہو کہ جماعتی حافظہ کا مزاج بالکل اُلٹ جاتا ہو۔ جو باتیں یاد رکھنی چاہئیں، وہ اس طرح بھلا دی جاتی ہیں کہ بار بار یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آتیں، اور جو باتیں بھلا دینی چاہئیں، وہ نہ صرف یاد رکھی جاتی ہیں، بلکہ اُن کی یاد آوریوں کا ایسا اہتمام کیا جاتا ہو کہ بھلانے کی کتنی ہی کوششیں کی جائیں، کبھی بھلائی نہیں جا سکتیں! صدر اول کے مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی سے موجودہ عہد کے مسلمانوں کی زندگی کا مقابلہ کرو تو اس حقیقت کی سب سے زیادہ واضح مثال سامنے آجائے گی۔ اُس وقت مسلمان اُٹھتے بیٹھتے جو باتیں یاد رکھا کرتے تھے، آج کسی کو اُن کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو باتیں آج کل کی بے شمار تقریبوں، تہواروں، یادگاروں اور اجتماعوں کے ذریعہ یاد رکھی جاتی ہیں، یہ اس وقت کے کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزری ہونگی۔ اُس وقت اُن کا حافظہ صرف وہی چیزیں یاد رکھنی چاہتا تھا جن کی یادداشت میں ان کی قومی زندگی کے لئے عبرت اور موعظت تھی۔ آج ہمارا حافظہ صرف وہی باتیں یاد رکھنی چاہتا ہو جن کی یاد میں قومی زندگی کے لئے غفلت و اعراض ہو۔ وہ اُن چیزوں کو بھول نہیں سکتے تھے جنہیں یاد رکھنا چاہئے۔ ہم اُن چیزوں کو بھلا نہیں سکتے جنھیں ہمیشہ کے لئے بھلا دینا چاہئے!

ساعت هشت بدة دسته بخرب
شتان بين مشرق ومغرب!

واقعۂ ہجرۃ

تاریخ عالم کا یہ عظیم واقعہ جس کی یاد سال کے اختتام و آغاز میں پوشیدہ ہو، ہجرۃ نبوی کا واقعہ ہو، کیونکہ پہلی محرم سے نیا سال شروع ہوتا ہو، اور اُس کی بنیاد واقعہ ہجرت پر رکھی گئی ہو۔ ہر سال جب ۳۰ ذوالحجہ کا دن ختم ہوتا اور پہلی محرم کا ہلال طلوع ہوتا ہو، تو وہ اس عظیم واقعہ کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ کرتا ہے۔ یہ فی الحقیقت اس واقعہ کی ایک جاودانی یادگار ہو!

یہ دنیا کی تمام قومی یادگاروں کی طرح قوت کی کامرانیوں کی یادگار نہیں ہو۔ بلکہ کمزوری کی فتحمندیوں کی یادگار ہو۔ یہ اسباب و وسائل کی فراوانیوں کی یادگار نہیں ہو۔ بے سر و سامانیوں کی کامیابیوں کی یادگار ہو۔ یہ طاقت اور حکومت کے جاہ و جلال کی یادگار نہیں ہو۔ محکومی و بے چارگی کے ثبات و استقلال کی یادگار ہو۔ یہ فتح مکہ کی یادگار نہیں ہو جسے دس ہزار تلواروں کی چمک نے فتح کیا تھا۔ یہ فتح مدینہ کی یادگار ہو جسے تلواروں کی چمک نے نہیں بلکہ ایک آوارۂ غربت اور بے سر و سامان انسان کی روح "ہجرۃ" نے فتح کیا تھا! تم نے بدر کی جنگی فتح اور مکہ کے مسلح داخلہ کی شان و شوکت ہمیشہ یاد رکھی ہو۔ لیکن تم نے مدینہ کی بے ہتیار کی فتح فراموش کر دی، حالانکہ تاریخ اسلام کی ساری آنے والی فتح مندیاں اسی اولین فتح میں ایک بیج کی طرح پوشیدہ

تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ظاہری فتحمندیوں کے اعلان کا وقت آیا تھا، تو اُسوقت اسی معنوی فتحمندی کی یاد لوگوں کو دلائی گئی تھی: ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ: لا تحزن ان اللہ معنا! فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا، وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ، وکلمۃ اللہ ھی العلیا، واللہ عزیز حکیم! (۹: ۴۰)

تذکار محرم

اسی ہجری سنہ کے ساٹھویں برس کربلا کا حادثہ ظہور میں آیا۔ یہ حادثہ اشد درجہ المناک اور درد انگیز تھا، اور اُس کے سیاسی اثرات اس درجہ قوی اور وسیع تھے، کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، اُس کی یاد ایک ماتمی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی گئی۔ یہاں تک کہ محرم کے درد کی تمام یادآوریاں صرف اسی حادثہ کے تذکرہ و ماتم میں محدود ہوگئیں اور دوسرے تمام پہلو یک قلم فراموش کردیئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حادثہ کربلا کی المناکیاں اور عبرت انگیزیاں ناقابل فراموش ہیں۔ لیکن ہمارے جماعتی ذہن و فکر کی یہ بہت بڑی غفلت ہوگی اگر اس حادثہ کے استغراق میں تذکرہ و اعتبار کے دوسرے پہلو فراموش کردیئے جائیں۔ یہ سنہ ہجری کے ساٹھویں برس کے ایک واقعہ کی نگاہ ہے لیکن خود سنہ ہجری کے پہلے برس کے تذکار سے کیوں چشم بصیرت بند کرلی جائے؟

سنہ ہجری کی ابتدا

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ جاری تھے۔ زیادہ مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سنین تھے۔ عرب جاہلیہ کی اندرونی زندگی اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب کتاب کی کسی وسیع پیمانے پر ضرورت ہوتی۔ اوقات و مواسم کی حفاظت اور یادداشت کے لئے ملک کا کوئی مشہور واقعہ لے لیتے اور اُسی سے وقت کا حساب لگا لیتے۔ منجملہ سنین جاہلیتہ کے عام الفیل تھا۔ یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنے کا سال۔ عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب و کتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ ظہور اسلام کے بعد یہ اہمیت خود عہد اسلام کے واقعات نے لے لی۔ صحابۂ کرام کا قاعدہ تھا کہ عہد اسلامی کے واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لے لیتے اور اسی سے حساب لگاتے۔ ہجرۃ مدینہ کے بعد ہی سورۂ حج کی وہ آیت نازل ہوئی تھی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی: اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا، وأن اللہ علی نصرھم لقدیر (۲۲: ۴۰) اس لئے کچھ دنوں تک یہی واقعہ بطور ایک سنہ کے مستعمل رہا۔ لوگ اسے "سنہ اذن" سے تعبیر کرتے اور یہ تعبیر وقت کے ایک خاص عدد کی طرح یادداشت کا کام دیتی۔ اسی طرح سورۂ براۃ کے نزول کے بعد "سنہ براۃ" کا بول چال میں رواج رہا۔ عہد نبوی کا آخری سنہ "سنۃ الوداع" تھا۔ یعنے آنحضرۃ (صلعم) کے آخری حج کا واقعہ جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہوگیا تھا اور ہجرۃ کے دسویں سال پیش آیا تھا۔ بعض روایات سے اس طرح کے متعدد سنوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً سنۃ التمحیص، سنۃ الترفئہ۔ سنۃ الزلزال۔ سنۃ الاستئناس۔ بیرونی نے آثار الباقیہ میں اس طرح کے بعض سنوں کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرۃ (صلعم) کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی۔ لیکن حضرت عمر (رض) کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب کتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوگئے، اور ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دیدیا جائے۔ چنانچہ اس معاملہ پر غور کیا گیا۔ اور سنہ ہجری کا تقرر عمل میں آیا۔ اُسوقت تک واقعۂ ہجرت پر سترہ برس گزر چکے تھے۔

ضرورت کا احساس اور صحابہ کا مشورہ

سنہ ہجری کا تقرر کیونکر عمل میں آیا؟ کیوں حضرۃ عمر (رض) اور تمام صحابہ کا ذہن اس طرف گیا کہ اسلامی سنہ کی ابتدا واقعۂ ہجرۃ سے کی جائے؟ یہ تاریخ اسلام کا ایک ضروری اور نتیجہ خیز مبحث تھا، لیکن افسوس ہے کہ اسوقت تک نظر و فکر سے محروم رہا۔

اس بارے میں متعدد روایتیں منقول ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور روایت میمون بن مہران کی ہے جسے تمام مورخین نے نقل کیا ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ "ایک مرتبہ ایک کاغذ حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا جس میں شعبان کا مہینا درج تھا۔ حضرت عمر نے کہا شعبان سے مقصود کونسا شعبان ہے؟ اس برس کا، یا آئندہ برس کا؟ پھر آپنے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا: آب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں، اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہوجاتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حساب و کتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہوسکیں۔ اسپر لوگوں نے کہا کہ ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔ اُنکے یہاں اس کے طریقے کیا تھے؟ چنانچہ حضرۃ عمر نے ہرمزان کو بلایا۔ اُسنے کہا ہمارے یہاں ایک حساب موجود ہے جسے "ماہ روز" کہتے ہیں۔ اسی ماہ روز کو عربی میں "موَرخ" بنالیا گیا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی حکومت کی تاریخ کے لئے جو سنہ اختیار کیا جائے، اُس کی ابتدا کب سے ہو؟ سب نے اتفاق کیا کہ ہجرۃ کے برس سے کیجائے۔ چنانچہ ہجری سنہ قرار پایا۔"

رفع الی عمر بن الخطاب صک محلہ شعبان فقال ای شعبان ھو؟ أشعبان الذی نحن فیہ، او الاٰتی؟ ثم جمع وجوہ الصحابہ فقال ان الاموال قد کثرت وما قسمنا منھا غیر موقت، فکیف التوصل الی ما یضبط بہ ذلک؟ فقالوا یجب ان یعرف ذلک من الفرس فعندھا استحضر عمر الھرمزان وسألہ عن ذلک، فقال ان لنا حسابا نسمیہ "ماہ روز" فعربوا الکلمۃ وقالوا "مورخ"، ثم طلبوا وقتا یجعلونہ اولا لتاریخ دولۃ الاسلام فاتفقوا علی أن یکون المبدء من سنۃ الھجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی۔ و تاریخ مصر مقریزی)

ابن حبان نے قرہ بن خالد سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے۔ اسمیں ایک دوسرے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ "حضرت عمر کے پاس یمن سے ایک عامل آیا تھا۔ اسنے کہا یمن میں آپ لوگ تاریخ نہیں لکھتے۔ اس طرح کہ فلاں بات فلاں سنہ میں اور سنہ کے فلاں مہینے میں ہوئی؟ اسپر حضرۃ عمر اور اور لوگوں کو اس معاملہ کا خیال ہوا۔ پہلے انھوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرۃ کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کریں۔ پھر خیال ہوا کہ آپ کی وفات سے شروع کیا جائے۔ لیکن آخر میں یہ رائے قرار پائی کہ ہجرۃ سے سنہ کا تقرر ہو۔"

کان عند عمر عامل جاء من الیمن فقال لعمر أما تورخون تکتبون فی سنۃ کذا وکذا من شھر کذا؟ فاراد عمر والناس ان یکتبوا من مبعث رسول اللہ صلعم ثم قالوا من عند وفاتہ، ثم ارادوا ان یکون ذلک من الھجرۃ (تاریخ کبیر ذہبی و مقریزی جلد ۲)

ان روایات کی مزید تشریح امام شعبی کی روایت سے ہوتی ہے جو محب طبری نے نقل کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ "ابو موسیٰ اشعری نے حضرۃ عمر کو لکھا کہ آپکی جانب سے ہمارے نام خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی، اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت عمر نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کردیئے تھے اور خراج کے اصول و قواعد طے پا گئے تھے، اور اس لئے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کے لئے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے۔ پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ اُنھیں اختیار کریں۔ اب موسیٰ اشعری نے لکھا تو انہیں زیادہ توجہ ہوگئی۔ صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ مشورہ میں سب کی رائے یہی قرار پائی کہ ہجرۃ کا واقعہ بنیاد ٹھہرا کر سنہ ہجری اختیار کیا جائے۔"

ان ابا موسیٰ الاشعری کتب الی عمر أنہ تاتینا منک کتب لیس لھا تاریخ وقد کان عمر دوّن الدواوین ووضع الاخرجۃ والاحکام فاحتاج الی تاریخ ولم یحب التاریخات القدیمۃ فجمع علیہ عند ذلک واستشار الناس فاتفقوا علیٰ ان یکون المبدأ من الھجرۃ (ریاض النضرۃ)

ابو ہلال عسکری نے الاوائل میں اور مقریزی نے تاریخ میں حضرۃ سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ واقعۂ ہجرت سے سنہ شروع کرنے کی رائے حضرت علی علیہ السلام نے دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ ".. جب حضرت عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کس دن سے تاریخ کا حساب شروع کیا جائے؟ تو حضرت علی نے فرمایا۔ اس دن سے جس دن آں حضرت نے ہجرت کی اور مکہ سے مدینہ آئے۔"

جمع عمر الناس فسألھم من ای یوم یکتب التاریخ؟ فقال علی بن ابی طالب من یوم ھاجر رسول اللہ صلعم وترک مکہ ففعلہ عمر (کتاب الاوائل قلمی۔ و مقریزی طبع ثانی جلد ۲ صفحہ ۵۶)

یعقوبی نے بھی اسے منجملہ اُن امور کے قرار دیا ہے جو حضرت علی کی رائے سے انجام پائے۔ سنہ ۱۶ کے واقعات میں لکھتا ہے:

"اُسی زمانہ میں حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے۔ پہلے اُنھیں خیال ہوا آنحضرت کی ولادت سے شروع کریں پھر خیال کیا آپ کی بعثت کے واقعہ سے ابتدا کی جائے۔ لیکن حضرۃ علی نے رائے دی کہ ہجرۃ سے شروع کرنا چاہیے"

وفیھا ارخ عمر الکتب واراد ان یکتب التاریخ منذ مولد رسول اللہ ثم قال من المبعث، فاشار علیہ علی بن ابی طالب ان یکتبہ من الھجرۃ، فکتبہ من الھجرۃ (جلد ۲: ۱۶۶)

قومی سنہ کی ضرورت و اہمیت

ان روایات کے مطالعہ کے بعد ضروری ہے کہ بعض امور پر غور کیا جائے:

سب سے پہلی بات جو سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے یہ ضرورت کیوں محسوس کی کہ ایک نیا سنہ قرار دیا جائے؟ امام شعبی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر تاریخ کے تعین و تقرر کی ضرورت محسوس کر رہے تھے لیکن پسند نہیں کرتے تھے کہ دوسری قوموں کی تاریخ اختیار کریں۔ پہلی روایت میں جس ہرمزان کو بلانے اور مشورہ کرنے کا ذکر ہے، یہ خوزستان کا بادشاہ تھا اور مسلمان ہوکر مدینہ میں مقیم ہوگیا تھا۔ حضرۃ عمر کی مجالس شوریٰ میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ (بلاذری و طبری وغیرہما) بیرونی لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر نے اس سے مشورہ کیا تو اُسنے نہ صرف ایرانیوں کا طریقہ ہی بتلایا بلکہ رومیوں کے طریقہ کی بھی تشریح کی۔ ایرانیوں کے یہاں کا آخری سنہ یزدگرد کا سنہ تھا، اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدایش سے شروع ہوتا تھا۔ بعض صحابہ کو خیال ہوا۔ انہی دونوں میں سے کوئی سنہ اختیار کرلیا جائے، لیکن حضرت عمر اور اور لوگ اس سے متفق نہ ہوئے (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں

---

(۱) بیرونی نے یہ تفصیل میمون بن مہران کی روایت کے سلسلہ ہی میں کی ہے اور اُسکے الفاظ روایت مندرجۂ متن سے مختلف ہیں۔ چونکہ اُسنے کوئی تخریج درج نہیں کی تھی اس لئے حسب اصول فن روایت اُس سے احتجاجی استدلال نہیں

اور رومیوں کے سنین مجمع صحابہ میں زیر بحث رہے، اور بعضوں نے انکو اختیار کرنے کی رائے بھی دی، لیکن عام رجحان اسی طرف تھا کہ نیا سنہ مقرر کرنا چاہئے۔

اس حقیقت پر بھی نظر رہے کہ سنہ کی ضرورت اور استعمال کی بڑی جگہ حساب کتاب کے دفاتر تھے، اور حضرت عمر نے بہ اتفاق صحابہ، دفاتر کے لئے وہی زبانیں اختیار کرلی تھیں جو پیشتر سے مفتوحہ ممالک میں رائج تھیں۔ ایران کے لئے فارسی، شام کے لئے سریانی، اور مصر کے لئے قبطی تھی (مسعودی و بلاذری) ظاہر ہے کہ جب دفاتر کے لئے ایران و شام کی زبانیں اختیار کرلی گئی تھیں، تو قدرتی طور پر سنہ بھی وہی اختیار کرلینا تھا جو ان ملکو کے حساب کتاب میں رائج تھا، اور اُس کے قواعد بندھے چلے آتے تھے۔ لیکن حضرت عمر اور صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ ایران اور روم و مصر کی زبانیں اختیار کرلیں، مگر سنہ اپنا قائم کرنا چاہا۔ غور کرنا چاہئے، اس اجتناب کی علت کیا تھی؟

یہ علت تو قطعاً نہیں ہوسکتی کہ صحابہ کرام محض قومی تعصب اور تنگ دلی کی بنا پر دوسری قوموں کی اچھی اور کارآمد باتوں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اولاً تو اس بارے میں خود اسلامی احکام کا یہ حال ہے کہ رُکاوٹ کی جگہ صریح ترغیب دی گئی ہے۔ ثانیاً اُس عہد کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعصبات کو اُس وقت کے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔ وہ دنیا کے تمام علمی و تمدنی ذخیرہ کو خواہ کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنا قومی ورثہ سمجھتے تھے۔ خود اسی عہد میں حضرۃ عمر نے بے شمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی اور تمدنی اصول معلوم کئے ہیں، اور اُن میں جو باتیں کارآمد اور ضروری نظر آئی ہیں بلاتامل اختیار کرلی ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آیا، وہ ایرانیوں، رومیوں، اور مصریوں کو بہ اصرار طلب کراتے اور اُن سے مشورہ لیتے۔ دفاتر حکومت کی تقسیم، خراج و محصول کا تعین، اراضی کی پیمائش اور تشخیص، خزانہ کا قیام، حساب و کتاب کے اصول و قواعد، اور اسی طرح کے بہت سے معاملات ہیں جن میں ایرانی اور رومی قواعد کا تتبع کیا گیا۔ فقہ کا ایک اہم باب فرائض ہے۔ یعنے ورثہ کی تقسیم کے اصول و قواعد۔ چونکہ اس کا تعلق فن حساب سے ہے، اس لئے حضرۃ عمر نے چاہا، اُس کے قواعد کی ترتیب و درستگی کے لئے ایک ماہر حساب سے مدد لی جائے۔ مورخین نے تصریح کی ہے کہ اس غرض سے ایک رومی مدینہ میں طلب کیا گیا تھا۔ طلبی کے فرمان میں والی شام کو جو الفاظ لکھے تھے وہ یہ ہیں: "ابعث لنا برومی یقیم لنا حساب فرائضنا" ایک رومی کو بھیجدو تاکہ وہ ہمارے فرائض کا حساب اُستوار کردے۔ (صراط مستقیم حافظ ابن تیمیہ) جب حضرت عمر کو فرائض جیسے شرعی مسئلہ کے حساب میں ایک رومی عیسائی سے مدد لینا ناگوار نہ ہوا، تو ظاہر ہے کہ ایرانی یا رومی سنہ کے اختیار کرلینے میں قومی تعصب کیوں مانع ہوتا جس کا تعلق صرف حساب تاریخ سے ہے؟ پس یقیناً کوئی دوسری ہی علت ہونی چاہئے جس کی وجہ سے انھوں نے ایرانی اور رومی سنین جیسے مدوّن و رائج سنہ چھوڑ دیئے، اور ایک نیا سنہ ازسرنو قائم کیا۔

اصل یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم اور تربیت نے صحابہ کرام کا دماغ جس سانچے میں ڈھال دیا تھا، وہ ایسا سانچا تھا جس میں کوئی دوسرے درجہ کا خیال سماہی نہیں سکتا تھا۔ وہ صرف اول درجہ کے خیالات کے لئے تھا۔ بہت ممکن ہے کہ دنیا کے تمدنی علوم و فنون کے رائج نہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی بات علمی طریقوں اور مصطلح لفظوں میں نہ ادا کرسکتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اوقات وہ ایک بات کی علت اُس شکل و صورت میں نہ دیکھتے ہوں جس صورت میں آج دنیا دیکھ رہی ہے، لیکن اُن کی طبیعت کی اُفتاد اور ذہنیت کی روش کچھ اس طرح کی بن گئی تھی کہ جب کبھی کسی معاملہ پر سوچ بچار کرتے تھے تو خواہ علت و موجب سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں، لیکن دماغ جاتا اُسی طرف تھا جو علم و حکمت کے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند پہلو ہوسکتے ہیں۔ یہی معنی ہیں انبیاء کرام کے مقام "تزکیہ" کے کہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (۲: ۶۲) یعنی دل و دماغ کی اس طرح تربیت کردی جاتی ہے کہ ایک موزوں اور مستقیم سانچا ڈھل جاتا ہے۔ اب جب کبھی کوئی ٹیڑھی چیز اسمیں رکھی جائے گی، وہ قبول ہی نہیں کرے گا۔ صرف سیدھی اور موزوں چیزیں ہی اسمیں سما سکتی ہیں!

اسلام کی تربیت نے صحابہ کے دل و دماغ میں قومی شرف و خودداری کی روح پھونک دی تھی۔ قومی زندگی کی بنیادیں جن اینٹوں پر اُستوار ہوتی ہیں، اُن میں سے ایک ایک اینٹ کے لئے اُن کے اندر پہچان اور لگاؤ تھا۔ اگرچہ وہ لفظوں اور تعبیروں میں انہیں بیان نہ کرسکیں۔ جب حضرۃ عمر نے سنہ اور تاریخ کی ضرورت محسوس کی، تو اگرچہ متمدن اقوام کے سنین رائج و مستعمل تھے، لیکن اُن کی طبیعت اُن کی طرف مائل نہ ہوسکی۔ اس لئے کہ ایسا کرنا نہ صرف قومی شرف و خودداری کے خلاف تھا، بلکہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ کھودینی تھی۔

قومی زندگی کی بنیادی مقوّمات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے۔ جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی، وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سنہ اُس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے۔ یہ اُس کی قومی زندگی کی روایات قائم رکھتا اور صفحۂ عالم پر اُس کے اقبال و عروج کا عنوان ثبت کردیتا ہے۔ یہ قومی زندگی کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے۔ ہر طرح کی یادگاریں مٹ جاسکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی۔ کیونکہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے، اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی رہتی ہے۔ آج آگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ، اور اکبر اعظم کے نام اُن کے سنین کے اندر ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں، اور ہمارا حافظہ اُن سے گردن نہیں موڑ سکتا!

ممکن نہ تھا کہ قومی زندگی کا ایک ایسا اہم معاملہ حضرۃ عمر اور صحابہ کے سامنے آتا اور اُن کا دماغ غلط فیصلہ کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کی دماغی تربیت غلط ہوجاتی۔ کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے اپنے اس احساس کی کوئی توجیہ و تعلیل بھی کی ہو۔ نتائج تعبیر اور تعلیل سے نہیں بلکہ فعل صحیح سے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس کے خلاف میلان پیدا نہ کرسکے۔ وہ باوجود غیر قوموں کی ہر طرح کی علمی و تمدنی چیزیں قبول کرلینے کے اُن کا سنہ قبول نہ کرسکے۔ خود بخود انکی طبیعت کا فیصلہ یہی ہوا کہ قومی سنہ سب سے الگ، اور ایسا ہونا چاہئے جس کی بنیاد اپنی تاریخ کے کسی قومی واقعہ پر ہو۔ انھوں نے اپنے دفتروں کے لئے ایرانیوں اور رومیوں کی زبان لے لی، انکے حساب کتاب کے قواعد قبول کرلئے، اُنکے حساب کی مصطلحات اور اشارات سے بھی انکار نہیں کیا؛ لیکن سنہ اور تاریخ لینے پر آمادہ نہ ہوسکے۔ یہ قومی زندگی کی بنیادی اینٹوں میں سے ایک اینٹ تھی، اس لئے ضروری تھا کہ یہ اپنی ہو، اور اپنے ہی ہاتھ سے رکھی جائے۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا، اور اسلام نے جو ذہنیت اُن کی پیدا کردی تھی، اُسے یہی کرنا تھا!

متاخرین کی تعلیل و توجیہ

افسوس ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں کی تاریخ کا چہرہ، متاخرین کی نقاشیوں سے اپنے اصلی خال و خط کھوچکا ہے۔ ہر عہد کا مورخ دراصل اُسی عہد کی دماغی آب و ہوا کا مخلوق ہوتا ہے، اس لئے سلف کے واقعات کی تصویر کھینچتے ہوئے اُسی رنگ و روغن سے کام لیتا ہے جو اُس کے عہد کی آب و ہوا مہیا کرسکتی ہے۔ اسلام کی حقیقی اجتماعی زندگی کا اصلی دَور صحابہ کرام کے عہد پر ختم ہوگیا، اور اُس کے بعد جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، اُس دَور کی معنوی خصوصیات مفقود ہوتی گئیں۔ متاخرین اہل نظر و قلم کا زمانہ آیا تو یہ وہ وقت تھا، جب صدر اول کی دماغی آب و ہوا کی جگہ بالکل ایک مختلف قسم کی فضا نشوونما پاچکی تھی۔ اس لئے ان مصنفوں نے جب اُس عہد کے حالات پر قلم اُٹھایا، تو بجائے اس کے کہ اُس عہد کا ذوق و مزاج پیدا کرکے اُس کا مطالعہ کرتے، اپنے عہد کے پیدا شدہ ذوق کے رنگ میں اُس کی ہر بات رنگ ڈالی۔ تاریخ ہی پر موقوف نہیں ہے۔ ہر گوشہ تک اس معاملہ کے اثرات پہنچے حتیٰ کہ فقہ و احکام تک کا گوشہ اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اگر عہد صحابہ سے لیکر آخری عہد تدوین کتب تک کی کتابیں مسلسل موجود ہوتیں، اور صدیوں کی ترتیب کے ساتھ ان پر نظر ڈالی جاسکتی، تو صاف نظر آجاتا کہ صدر اول کے واقعات و معاملات بعد کے ہر عہد میں نئے نئے لباس بدلتے آئے ہیں، اور اُن کی تعبیر و الفاظ کی جزئیات میں ہر عہد کی ذہنی خصوصیات کا پَرتو موجود ہے۔ مثلاً اگر تیرہ صدیوں کی تیرہ مسلسل تاریخیں موجود ہوتیں، تو ہم انگلی رکھ کر بتلا سکتے کہ صدر اول کے ایک ہی واقعہ نے اپنی جزئیات و صور میں کس طرح تیرہ مختلف لباس پہن لئے ہیں؟

بطور مثال کے اسی واقعہ پر نظر ڈالی جائے۔ امام شعبی کی روایت میں صاف موجود ہے "ولم یحب التاریخات القدیمۃ" یعنے حضرت عمر ایک تاریخ کے تعین کی ضرورت محسوس کررہے تھے، مگر پسند نہیں کرتے تھے کہ قدیم تاریخیں اختیار کریں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ کسی دوسری قوم کی تاریخ کا اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور یہ معاملہ اُن کی نظر میں ایسا تھا جس کے لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی ایک قومی تاریخ قرار دی جائے۔ لیکن بعد کے مورخین نے اپنے ذوق و میلان طبع کے مطابق اس کی توجیہیں شروع کردیں۔ واقعہ کی اصلی علت پر تو نظر نہیں گئی، نئے نئے معنی پہنانے لگے۔ میں یہاں صرف دو عہدوں کی دو مختلف نظروں کا ذکر کروں گا۔

علامہ مقریزی نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اپنی بے نظیر تاریخ مصر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں حضرت عمر اور صحابہ نے ایرانی اور رومی تاریخ پسند نہیں کی، کیونکہ دونوں کے حساب میں کبیسہ تھا۔ (یعنی دَورۂ ارضی کی کسر پوری کرنے کے لئے چند سالوں کے بعد مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی۔ جس طرح کہ تقویم گریگوری میں ہر چوتھے سال ایک دن کی کمی کردی گئی ہے) چونکہ اسلام نے "نسی" سے روکا تھا، اور کبیسہ پر "نسی" کا شبہ ہوسکتا تھا، اس لئے مناسب نہ تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا۔ مورخ موصوف کو یہ دُور از کار دقیقہ سنجی اس لئے کرنی پڑی کہ قومی تقویم کی ضرورت و اہمیت کے لئے اُن کے ذہن میں کوئی جگہ نہ تھی، اور چونکہ اور کوئی معقول تعلیل سمجھ میں نہیں آئی اس لئے ناچار "نسی" کی شرعی ممانعت کی وادی میں پہنچ گئے۔ حالانکہ کسی اعتبار سے بھی یہ تعلیل لائق اعتنا نہیں

اولؔ تو یہ اُن روایات۔ کے خلاف ہو جو اوپر گزر چکیں، کیونکہ اُن میں تمام قدیم تقویموں کی ناپسندیدگی کا ذکر ہو۔ نہ کہ کسی خاص تقویم کا۔ ثانیاً "نسئی" مصطلحۂ جاہلیہ ہو اور "کبیسہ" مصطلحۂ حساب قطعًا دو مختلف چیزیں ہیں جن "نسئی" کو اسلام نے روکا اور قرآن نے کفر کی زیادتی سے تعبیر کیا، وہ یقیناً قمری مہینوں کی طبعی ترتیب کو اس طرح درہم برہم کر دینا تھا کہ کبھی شعبان، محرم بن جاتا تھا، اور کبھی رمضان، ذوالحجہ قرار پاجاتا تھا۔ اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اعمال وطاعات کے معین اوقات الٹ پلٹ ہو جاتے تھے اور اُن کے تقرر وتعین کی اہمیت ومصلحت باقی نہیں رہتی تھی۔ لیکن "کبیسہ" بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ اُس کا مقصد دوسرا ہے، اور اُس کے اجزاء کے نتائج دوسرے ہیں۔ اُس کا کوئی اثر اس طرح کا مرتب نہیں ہوتا۔ وہ محض اس لئے ہے کہ سال بھر کے تین سو ساٹھ دن قرار دے دینے کے بعد جو کسر بچ جاتی ہو اُسے کچھ عرصہ کے بعد پورا کر دیا جائے تاکہ زیادہ مدت گزرنے کے بعد مہینوں اور برسوں کا فرق نہ بنجائے۔ پس کسی طرح بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ "نسئی" کی حقیقت سے اس درجہ بے خبر تھے کہ تقویم کے کبیسہ کو بھی "نسئی" سمجھ لیتے، یا انھیں کبیسہ پر "نسئی" کا شبہ ہو سکتا۔

یہ نویں صدی کی ابتدا تھی۔ لیکن سو برس کے بعد یعنی ہزار دیں صدی کے اوائل میں یہی واقعہ ایک دوسرا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی سے تقویم وسنین کے متعلق ایک سوال کیا گیا تھا۔ اُس کے جواب میں انھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اسمیں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اور صحابۂ کرام نے رومی اور ایرانی سنہ اختیار کرنے سے اس لئے اجتناب کیا کہ یہ عیسائیوں اور مجوسیوں کا سنہ تھا اور اسلام نے اُنھیں روک دیا تھا کہ کفار کا طور طریقہ اختیار کر کے اس کے رواج وقبولیت کا باعث نہ ہوں۔ اب غور کرو۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟ کجا کفار کے طور طریقہ سے اجتناب کا معاملہ، اور کجا یہ معاملہ جو حساب وکتاب کے ایک علمی اصول وقواعد کا معاملہ ہو! حافظ موصوف نے یہ تعلیل کرتے ہوئے عہد فاروقی کی آدھی تاریخ فراموش کر دی۔ اگر اس قسم کے معاملات میں غیر قوموں سے اخذ واستفادہ جائز نہ ہوتا، تو حضرت عمر بے شمار معاملات میں ایران وروم کے قدیم انتظامات اور تمدنی طریقوں سے فائدہ اُٹھانا کیوں جائز رکھتے؟ یہ صحیح ہو کہ صحابۂ کرام کو غیر قوموں کی بہت سی باتوں سے اجتناب تھا۔ یہ بھی واقعہ ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتوں کو رد کیا اور عدم اتباع وتشبہ پر زور دیا، مگر وہ باتیں دوسری ہیں، اُن کا محل دوسرا ہو، مقصد دوسرا ہے، اور اثرات دوسرے ہیں۔ اس معاملہ سے اسے کیا تعلق؟

واقعۂ ہجرت کا اختصاص

اس جملہ معترضہ نے بہت طول کھینچا۔ بہرحال اس معاملہ میں پہلی بات جو قابل غور تھی، وہ قومی سنہ کا تقرر اور اُس کی اہمیت کا احساس تھا۔ بغیر کسی دور ودراز توجیہ کے اختیار کئے، یہ بات سامنے آجاتی ہو کہ حضرت عمر اور اکابر صحابہ کی اس پہلو پر نظر تھی۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ قومی زندگی کی تقویم کے لئے قومی سنہ ضروری ہے، اور اس لئے چاہئے کہ یہ باہر سے نہ لیا جائے۔ اندر ہی طیار کیا جائے۔

اس کے بعد دوسرا اہم نقطۂ نظر، واقعۂ ہجرۃ کا اختصاص ہو۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ سنہ کی ابتداء قرار دینے کے لئے جس قدر بھی سامنے کی چیزیں ہو سکتی تھیں، اُن میں سے کسی چیز کی طرف اُن کی نگاہ نہ گئی۔ ہجرۃ نبوی کا واقعہ جو آغاز اسلام کی بے سروسامانیوں اور کمزوریوں کی یاد تازہ کرتا تھا،

اختیار کیا گیا، آخر اس کی علت کیا تھی؟

بہتر ہے کہ یہ بحث آئندہ مجلس پر ملتوی رکھا جائے۔ آجکی مجلس بقصد سے زیادہ طولانی ہو چکی ہو۔ ممکن ہو کہ ایک ہی نشست کی اتنی طوالت بعض طبائع پر شاق گزر رہی ہو۔

ہوائے الاسکا کی پیمایش

سائنٹفک امریکن میں الاسکا (قطعۂ ارض مابین امریکہ وجاپان) کی پیمایش بذریعۂ طیارات پر ایک نہایت دلچسپ مضمون نکلا ہو۔ مقالہ نگار لکھتا ہے کہ "ہم طیاروں کے ذریعہ سے ایک سرکاری مہم نے الاسکا کے جنگلوں پہاڑوں اور جھیلوں کی صرف پندرہ دنوں میں اتنی پیمایش کر لی جو معمولی پیمایش کے ذریعہ پندرہ برس میں بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس مہم نے ایسے ایسے مقامات کی تصویریں لیں جہاں اب تک انسان کا گذر نہیں ہوا تھا اور جو بیش قیمت جنگلوں اور جھیلوں سے بھرے ہیں۔ اس ۴۰ ہزار میل کی پیمایش کی مہم میں دس ہزار میل صرف پندرہ دنوں میں ناپ لئے گئے اور طیاروں نے دس ہزار فٹ کی بلندی سے ایسے صحیح اور صاف نقشے کھینچ لئے کہ جنگلوں کے درخت بھی گن لئے جاسکتے ہیں۔"

فرانس کا جنگی نظام

منچسٹر گارجین میں سٹرڈیوڈ لواک کا ایک مضمون مندرجۂ صدر عنوان پر شائع ہوا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"فرانس نے گذشتہ جنگ کے بعد پہلا مسئلہ جو پیش نظر رکھا وہ اپنی فوج کی ترتیب وتنظیم ہو۔ اب یہ نظم قریب تکمیل کے ہو ۱۹۲۷ء میں پارلیمنٹ اس پر فیصلہ صادر کرے گی۔ فرانس کا مقصد یہ ہو کہ ساری فرانسیسی قوم جنگ کے لئے ہمہ دم تیار رہو۔ جس وقت جنگ کا موقع آجائے تو تیاری میں وقت ضایع نہ ہو۔ یہ پوری مشین جو امن کے زمانہ میں تیار کھڑی تھی فوراً چلنے لگے۔"

کیا بحالت موجودہ دنیا امن وسکون کا وہم وگمان بھی کر سکتی ہے؟ یہ فرانس ہو۔ یعنی مجلس اقوام کا، برطانیہ کے بعد، دوسرا پیامبر امن!!

جدہ میں عربی بنک

سلطان ابن سعود نے امیر حبیب فلاح کو اس بات کی اجازت دے دی ہو کہ جدہ میں ایک عربی بنک قائم کیا جائے جسکی شاخیں پورٹ سعید، سویز، اور قاہرہ میں ہوں گی۔ اس بنک کا خاص مقصد یہ ہو کہ حجاج کے لئے سہولتیں بہم پہونچائی جائیں۔

ترکی خواتین کا لباس

ترکی انجمن نسواں نے ترکی خواتین کے لئے ایک نیا لباس تجویز کیا ہو۔ چونکہ موجودہ لباس جو ترکی خواتین استعمال کر رہی تھیں بالکل یورپین عورتوں کا سا لباس تھا۔ جس پر بے اندازہ روپیہ صرف ہوتا تھا۔ اس لئے نئے لباس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ لباس اقتصادی اور خوبصورتی، دونوں پہلوؤں سے بہتر ہوگا۔

فہرس

آئندہ سے فہرست پہلے صفحہ کی جگہ یہاں آخری صفحہ پر درج ہوا کرے گی

مطبوعات جدیدہ
ایک مغربی خاتون کی مشرقیت ۳

افسانہ
محبت اور قربانی، یا سزا اور انتقام ۵

مذاکرۂ علمیہ
انسانی عمر کی درازی اور اعادۂ شباب ۹

بصائر وحکم
انسانیت موت کے دروازہ پر!
حضرت حسین علیہ السلام ۱۵

بریدِ شرق
مکتوب چین ۱۹
مکتوب قسطنطنیہ 〃

مقالات
۱۔ محرم الحرام اور سنۂ ہجری کا اختتام وآغاز ۲۱
علمی خبریں ۲۴

تصاویر
(۱) لیڈی اسٹن ہوپ ۴
(۲) لیڈی اسٹن ہوپ اور لا مارٹین ۵
(۳) "بشپ اور اُس کا مجرم" ۷
(۴) ڈاکٹر ٹورسکی
(اعادۂ شباب کے ایک عملیہ کا موجد) ۱۰
(۵) ڈاکٹر وورونوف
(عملیۂ تقلیم کا موجد) 〃
(۶) ایک ۷۰ برس کا بوڑھا
عملیۂ اعادۂ شباب سے پہلے ۱۱
(۷) عملیہ کے بعد 〃

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاه گاہے بازخواں این دفتر پارینہ را
تازه خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی۔ اُس نے ملک کے سیاسی، علمی، ادبی اور دینی افکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، قریب ہے کہ مستقبل عہد کا مورخ اُن پر بحث کریگا اور اُن کے اندر وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈھیگا جن سے ہندوستان کی سنہ ۱۹۱۹ کے بعد کی اجتماعی ذہنیت ظہور پذیر ہوئی۔

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادراق کا مجموعہ تھا۔ اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے۔ اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔ پھر اُس کی ظاہری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوگئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں۔ اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سیٹ سات سو روپیہ میں خرید لیا۔ اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے۔ جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علاحدہ کرنے کیلیئے تیار نہیں۔ پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا۔ ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سیٹوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں۔ ہم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ سے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اِس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی۔ ہر جلد مجلد ہے اور اخیر میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف ابجدی لگادی گئی ہے

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
"   "   " چہارم ۱۰ روپیہ   "   "   " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنہ۔ محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے۔

مینیجر "البلاغ پریس"

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

ٹائمز اف لندن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر هفتہ وار دلچسپ اور رفیع تبصرہ کرتا ہے

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے هیں جنکی اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لندن کا هفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لیے منگا دے لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

ٹائمز اف لندن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاهتے هیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رهیں تو آپکو یہ ضمیمہ باقاعدہ مطالعہ میں رکھنا چاهیے -

یہ هر هفتہ اس موضوع پر تمام اهم خبروں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

The Publisher.

Printing House Square

London. E. C 4.

سے طلب کرسکتے هیں

کیا آپ تجارت کرنی چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں، نفع بخش ایجنسیاں لیں، هندوستان سے خام پیداوار بھیجیں، نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں، تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لگاکر ایک وسیع کاروبار شروع کردیں، تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاهئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری چیزیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں، تو آپکو چاهیے کہ هم سے خط و کتابت کریں - هم یہ کام بہ حیثیت، ایک ماهر فن کے کر رہے هیں - خط و کتابت کے بعد هی آپکو معلوم هو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے هم اس درجہ مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

بوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کی مشینیں [illegible] کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری هیں، اس کارخانے میں طیار کی جاتی هیں - [illegible] بہترین کارخانہ ہے - [illegible]

[illegible]

میوؤں، ترکاریوں اور هر طرح کے [illegible] کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو "نئی [illegible]" کے نام سے [illegible] میں مشہور ہے - اس "نئی [illegible]" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی هیں

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA.
EDITOR :—MAULANA ABUL-KALAM AZAD.